

رمضان المبارک کے
احکام، مسائل وآداب
اور روزہ داروں کو پیش آنے والے
جدید فقہی مسائل کا حل

احکام و مسائلِ رمضان

قرآن وسنت کی روشنی میں



تالیف:
فضیلۃ الشیخ ابو الحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

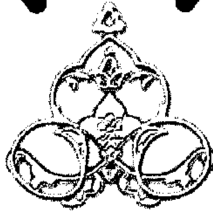
اعداد واضافہ
محمد طاہر نقاش



مَنْ صَامَ رَمَضَانَ اِیْمَانًا وَّاِحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ



احکام و مسائل رمضان





کتاب وسنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ

نام کتاب .... احکام ومسائل رمضان

تالیف .... ابوالحسن مبشر احمد ربانی

ترجمہ .... محمد طاہر نقاش

اشاعت اول .... اکتوبر 2005ء

قیمت .... [redacted] روپے

دارالابلاغ پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز لاہور پاکستان 0300 4453358

رمضان المبارک کے احکام مسائل و آداب
اور روزہ داروں کو پیش آنے والے جدید فقہی مسائل کا حل

احکام و مسائل رمضان

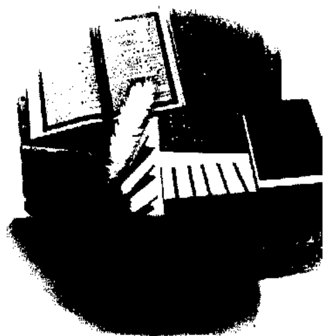
قرآن و سنت کی روشنی میں

تالیف:
فضیلۃ الشیخ ابو الحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ

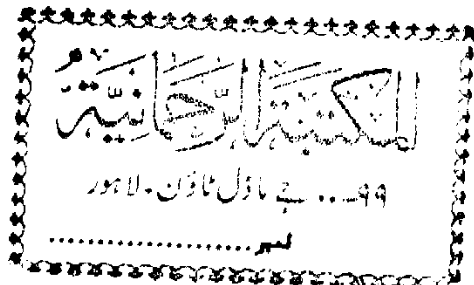
اعداد و اضافہ
محمد طاہر نقاش



دار الابلاغ
پبلشرز اینڈ ڈسٹری بیوٹرز
لاہور، پاکستان




بسم الله الرحمن الرحيم


المکتبۃ الرحمانیۃ
۹۹ ... جے ماڈل ٹاؤن۔ لاہور
نمبر ....

آئینہ

احکام و مسائل رمضان

فرضیت، فضیلت اور مقصدِ روزہ

رؤیت ھلال کے احکام

سحری و افطاری کا کھانا پینا اور احکام و مسائل

روزے کی نیت کیسے کریں؟

مباحات' مفسدات اور ممنوعاتِ روزہ

بعض مخصوص افراد کے روزوں کے احکام ومسائل

ماہ رمضان المبارک اور اعتکاف کے مسائل

لیلۃ القدر اور اس کی فضیلت

عید الفطر

عرب علماء کے فتاویٰ جات

رمضان المبارک میں کی جانے والی بعض غلطیاں



پیش لفظ

اللہ تعالیٰ کے فضل و کرم سے رمضان المبارک کا مقدس مہینہ ہر سال اہل اسلام کو نصیب ہوتا ہے۔ جس کی برکات سے کروڑوں مسلمان مستفید ہوتے ہیں۔ اپنی بخشش کا سامان ہر کوئی اپنی اپنی بساط و ہمت کے مطابق جمع کرتا ہے۔ نیکیوں کے حصول کے طریقے مختلف ہیں۔ عبادات و ریاضات صدقہ و خیرات' اسلامی لٹریچر کی اشاعت وغیرہا' یہ سب نیکی کے کام ہیں جن پر اجر کی امید کی جاتی ہے۔ رمضان المبارک کی برکات سے فائدہ اٹھانے کی خاطر یہ مختصر کتابچہ ترتیب دیا ہے جس میں رمضان المبارک اور عیدالفطر کے احکام و مسائل کو بڑے مختصر انداز میں جمع کیا ہے۔ تمام مسائل قرآن مجید اور احادیث صحیحہ سے اخذ کیے گئے ہیں۔ کسی ضعیف یا کمزور روایت کو اس میں جگہ نہیں دی گئی۔ ہمارے خطباء و واعظین عام طور پر اس بات کا لحاظ نہیں رکھتے بلکہ ہر قسم کی رطب و یابس روایات کو بیان کر دیتے ہیں حالانکہ دینی مسائل میں بڑی احتیاط سے کام لینا چاہیے اور جو بات مضبوط و پختہ ہو اسے ہی لکھنا اور بیان کرنا چاہیے۔ رمضان المبارک کے حوالے سے کئی احکامات مختصر طور پر ذکر کر کے ان کی مختصر تخریج کر دی گئی ہے تاکہ قارئین مسئلے کے حکم سے بھی واقف ہو سکیں اور اگر وہ مفصل حدیث دیکھنا چاہیں تو مذکورہ کتاب کی طرف باآسانی مراجعت بھی کر سکیں اور اس کو کتاب و سنت کی اشاعت کا مثالی ادارہ دارالابلاغ شائع کر رہا ہے۔ یہ رسالہ ہر خاص و عام کے لئے ان شاء اللہ مفید ثابت ہوگا۔ اللہ تعالیٰ اس مختصر سی کاوش کو شرف قبولیت سے نوازے اور اسے میرے لیئے میرے والدین' میری اولاد اور دیگر احباب کو جنہوں نے اس کی اشاعت میں تعاون کیا اجر جزیل عطاء فرمائے اور تمام مسلمانوں کے لیے نجات کا ذریعہ بنائے۔ آمین یارب العالمین!

ابوالحسن مبشر احمد ربانی عفی اللہ عنہ

این بلاک مزنگ زار لاہور

حرف تمنا

مؤمن مسائلِ رمضان کے متعلق بہت محتاط ہوتا ہے

جن پانچ چیزوں پر اسلام کی بنیاد رکھی گئی ان میں سے ایک روزہ ہے۔ جب رمضان المبارک کا مہینہ آجائے تو ہر عاقل بالغ مسلمان پر اس کے روزے رکھنا فرض ہے۔ گویا کہ کسی شخص کے اسلام کے دعوے ''میں مسلمان ہوں'' کی بنیاد روزہ رکھنے پر ہے۔ یعنی اگر تو وہ قرآن و حدیث کی بتائی گئی حدود و قیود میں رہ کر اس ماہ کے مکمل روزے رکھتا ہے تو اس کا اسلام معتبر ہے۔ اگر وہ روزوں کا اہتمام نہیں کرتا بلکہ اس کو پامال کرتا ہے تو اس کے اسلام کا دعویٰ کوئی معنی نہیں رکھتا' وہ نام کا تو مسلمان ہے لیکن عمل کا غیر مسلم۔

روزہ چونکہ اسلام کا ایک بنیادی رکن ہے۔ اور اس کی اہمیت کے پیش نظر اللہ کریم نے اس کے عظیم الشان اجر و ثواب کو روزہ دار کو خود دینے کا وعدہ کیا ہے۔ روزہ دار سے اللہ کریم کس قدر محبت کرتا ہے!؟ اس کا اندازہ اس بات سے لگا لیں کہ اللہ کریم خود فرماتا ہے: کہ روزہ دار کے منہ کی بُو مجھے کستوری کی مہک سے بھی زیادہ عزیز ہے۔ روزہ داروں کے جنت میں داخلہ کے لیے اللہ کریم نے سپیشل طور پر ایک دروازہ بنایا ہے کہ جس میں سے صرف اللہ کریم کی رضا کی خاطر روزہ رکھنے والے ہی ایک نرالی شان سے جنت میں داخل ہو سکیں گے۔ مزید یہ کہ رمضان کے مہینے میں اللہ کریم روزہ داروں کے نیک اعمال کا اجر پہلے دنوں کی نسبت کئی گنا بڑھا دیتا ہے۔ بلکہ اگر وہ اپنے بندے کے عمل کو پسند کر لے تو اسے ایک

سے بڑھا کر سات سو گنا تک کر دیتا ہے۔ یعنی بندہ اگر ایک روپیہ خرچ کرتا ہے تو اللہ اس کو سات سو روپیہ خرچ کرنے کا ثواب عطاء فرماتا ہے۔ جبکہ عام دنوں میں اس کو ایک کے بدلے میں دس روپے خرچ کرنے کا ثواب ملتا ہے۔

انہی فضائل کی بناء پر ہر مؤمن کی یہ خواہش ہوتی ہے کہ اس کے روزہ میں کسی قسم کی کوئی کمی کوتاہی نہ رہے۔ روزہ ٹھیک ٹھیک قرآن و حدیث کی فراہم کردہ ہدایات اور حدود و قیود میں رہ کر رکھنا چاہیے۔ یعنی بالکل ایسے کہ جیسے اللہ کریم اور اس کے رسول کریم نے فرمایا ہے کہ روزہ ایسے رکھو۔ اس جذبے کا یہ اثر ہوتا ہے کہ مؤمن بندہ جب روزہ رکھتا ہے تو وہ ہر بات سے جس کے متعلق شک پڑ جائے، رک جاتا ہے۔ اس سے بچنے کی کوشش کرتا ہے۔ اور رمضان میں روزہ رکھ کر ہر کیا جانے والا عمل قرآن و حدیث کے مطابق بنانا چاہتا ہے۔ وہ ڈرتا ہے کہ کہیں کسی کام کو کر کے وہ اپنے روزے کے اجر کو ضائع نہ کر بیٹھے، کوئی ایسا عمل نہ کر بیٹھے کہ جس سے روزہ فاسد ہو جائے، وہ کوئی ایسا عمل بھی نہ کر بیٹھے کہ جس سے وہ ثواب کی بجائے الٹا عذاب کا مستحق ٹھہرے، اللہ کو راضی کرنے کی بجائے ناراض کر بیٹھے۔

وہ پورے رمضان میں کیے جانے والے اعمال کی تکمیل اللہ اور اس کے رسول کی ہدایات کے مطابق چاہتا ہے۔ وہ روزوں سے متعلق ہر معاملہ میں خواہ وہ سحری کھانے کا مسئلہ ہو یا افطاری کا مسئلہ، تلاوت کا مسئلہ ہو یا نماز کا ...... ہر مسئلہ میں قرآن پاک اور حدیث مبارکہ کا حکم جاننا چاہتا ہے کہ وہ اس معاملہ میں ہمیں کیا حکم دیتے ہیں۔ تا کہ وہ اس کے مطابق عمل کر کے ماہِ رمضان المبارک کو نیکیوں کا موسم بہار بنا سکے اور خوب اللہ کی رحمتوں کو لوٹ سکے۔ وہ رمضان اور روزوں کے مسائل کے متعلق پیش آنے والے خدشات، و معاملات کے صحیح حل دریافت کرنے کے لیے علماء کے پاس بار بار جاتا ہے، بار بار پوچھتا ہے، تا کہ اپنے روزے کے اجر کو زیادہ سے زیادہ کر لے، اللہ کریم کی رحمتوں محبتوں، اور برکتوں کا حقدار بن سکے۔

فضیلۃ الشیخ مولانا ابو الحسن مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ جماعت کے نوجوان عالم باعمل ہیں کہ

جن کو اللہ کریم نے چھوٹی عمر میں ہی علم و عمل کا وافر حصہ عطاء فرما دیا ہے۔ کہ اب بڑے بڑے شیوخ اور مقتدر علماء بھی بعض حل طلب مسائل میں ان سے رجوع کرتے ہیں۔ ذلك فضل الله يوتيه من يشاء پاکستان میں ان کا فتویٰ جو قرآن و حدیث کی روشنی میں ہوتا ہے' ایک سند مانا جاتا ہے۔ انہوں نے لوگوں کے روز مرہ مسائل کا حل قرآن و حدیث کی روشنی میں واضح کرنے کے لیے چار جلدوں میں کتاب ''آپ کے سوال قرآن و حدیث کی روشنی میں'' لکھی ہے۔ جو یقیناً پاکستان کی معروف و مقبول کتابوں میں سے ایک ہے۔

رمضان المبارک کے متعلق بھی انہوں نے چند سال قبل ایک مختصر مگر جامع کتابچہ احکام رمضان اور مسائل عیدالفطر لکھا' جو وسیع تعداد میں لوگوں میں تقسیم ہوا اور ان کی رہنمائی کا باعث بنا۔ پھر وقتاً فوقتاً ان کے جو بعض فتاویٰ ہفت روزہ غزوہ، ماہنامہ مجلہ الدعوۃ، اخوۃ اور دوسرے جرائد میں شائع ہوتے رہے ہیں جن کو اب دارالاندلس نے ''احکام و مسائل'' میں شائع کر دیا ہے۔ اس کتاب کو مرتب کرتے وقت ہم نے اس کے علاوہ ہم آخر میں عرب علماء کے فتاویٰ جات جو روزہ داروں کو پیش آنے والے جدید مسائل کا احاطہ بڑی خوبصورتی سے کرتے ہیں' کا اضافہ بھی کر دیا ہے۔

اس کے لیے ہم نے فتاویٰ علماء بلد الحرام کے علاوہ فتاویٰ اسلامیہ فتاویٰ الصیام اور فتاویٰ ابن باز رحمہ اللہ اور فتویٰ دارالافتاء سعودی عرب شائع کردہ ''دارالسلام'' لاہور سے خاص طور پر استفادہ کیا ہے۔ اس کے علاوہ ہم نے اپنے محترم دوست محمد اختر صدیق فاضل مدینہ یونیورسٹی کا مضمون ''روزہ داروں کی غلطیاں'' بھی کتاب کے آخر میں شامل کر دیا ہے۔ جو یقیناً روزہ داروں کو ماہ صیام میں کی جانے والی دانستہ یا نادانستہ غلطیوں سے بچائے گا ان شاء اللہ۔

اب یہ کتاب ہر روزہ دار کے لیے ایک راہنما کتاب، ایک مفتی اور ایک راہبر کی حیثیت اختیار کر گئی ہے۔ ہم نے اس میں اس دور میں لوگوں کو پیش آنے والے جدید فقہی و عصری مسائل کے متعلق رہنمائی فراہم کرنے کی خصوصی کوشش کی ہے۔ اللہ کریم سے دعاء

ہے کہ وہ اس کاوش کو قبول فرمائے۔ اور فاضل نوجوان عالم باعمل مولانا مبشر احمد ربانی حفظہ اللہ کو صحت کاملہ عاجلہ عطاء فرما کر اس کتاب کو ان کے لیے دنیا و آخرت میں کامیابی و کامرانی کا ذریعہ بنائے۔ اور لوگوں کو اس راہنمائی سے بھرپور فائدہ اٹھانے کی توفیق بخشے۔ آمین۔ دارالابلاغ کے سٹیج سے مؤمنین مسلمین اور مجاہدین کے لیے یہ ایک خاص تحفہ ہے۔ اس تحفہ رمضان کو خود بھی پڑھیں، عمل کریں اور لوگوں کو بھی اس تحفہ کو تحفہ میں دے کر جنتوں کا تحفہ اللہ سے وصول کرنے کے حقدار ٹھہرنے کی کوشش کریں۔ ان شاء اللہ

خادم کتاب وسنت

محمد طاہر نقاش

۲۲ ستمبر ۲۰۰۵ء لاہور



فرضیت، فضیلت اور مقصدِ روزہ

فرضیت روزہ

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿يَا أَيُّهَا الَّذِينَ آمَنُوا كُتِبَ عَلَيْكُمُ الصِّيَامُ كَمَا كُتِبَ عَلَى الَّذِينَ مِنْ قَبْلِكُمْ لَعَلَّكُمْ تَتَّقُونَ﴾ (البقرۃ: ۲/ ۱۸۳)

''اے ایمان والو! تم پر روزے فرض کیے گئے ہیں جیسا کہ تم سے پہلے لوگوں پر فرض کیے گئے تھے تاکہ تم پرہیزگار بن جاؤ۔''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ روزہ ان احکاماتِ شرعیہ میں سے ہے جن کا ذکر سابقہ آسمانی ادیان میں موجود ہے۔

ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((بُنِيَ الْإِسْلَامُ عَلَى خَمْسٍ: شَهَادَةِ أَنْ لَا إِلٰهَ إِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا عَبْدُهُ وَرَسُوْلُهُ وَإِقَامِ الصَّلَاةِ وَإِيْتَاءِ الزَّكٰوةِ وَالْحَجِّ وَصَوْمِ رَمَضَانَ)) [1]

''اسلام کی بنیاد پانچ چیزوں پر ہے: ① اس بات کی شہادت دینا کہ اللہ تعالیٰ کے علاوہ کوئی عبادت کے لائق نہیں اور محمد ﷺ اللہ کے بندے اور رسول ہیں۔

---

[1] بخاری کتاب الایمان باب دعاؤکم ایمانکم (۸) مسلم کتاب الایمان باب بیان ارکان الاسلام (۱۶)

② نماز قائم کرنا۔ ③ زکوٰۃ ادا کرنا۔ ④ حج کرنا۔ ⑤ رمضان المبارک کا روزہ رکھنا۔

روزہ کی فضیلت:

اس حدیث نبوی سے معلوم ہوا کہ روزہ اسلام کی ایسی اہم عبادت ہے جسے اسلام کی بنیاد قرار دیا گیا ہے۔ روزہ اپنے اندر ایک عجیب خصوصیت رکھتا ہے کہ یہ ریا کاری اور دکھلاوے سے کوسوں دور اور چشم اغیار سے پوشیدہ سراپا اخلاص اور عابد ومعبود' ساجد ومسجود کے درمیان ایک راز ہے۔ اس کا علم روزہ دار اور حق تعالیٰ کے علاوہ کسی دوسرے کو نہیں ہوتا۔ جیسے دیگر عبادات نماز' حج' جہاد وغیرہ کی ایک ظاہری ہیئت وصورت ہوتی ہے روزے کی اس طرح کوئی ظاہری شکل وصورت موجود نہیں جس کی وجہ سے کوئی دیکھنے والا اس کا ادراک کر سکے۔ جیسے روزہ رازق ومرزوق اور مالک ومملوک کے درمیان ایک سر وراز ہے اسی طرح اس کے ثواب وبدلہ کا بھی عجیب معاملہ ہے۔ اللہ تعالیٰ روزے کا بدلہ اور ثواب جب عطاء کرے گا تو فرشتوں کو ایک طرف کر دے گا اور اس کا اجر وثواب خود عطاء کرے گا۔

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ ارشاد نبوی نقل فرماتے ہیں:

((كُلُّ عَمَلِ ابْنِ آدَمَ يُضَاعِفُ الْحَسَنَةُ بِعَشْرِ اَمْثَالِهَا اِلٰى سَبْعِ مِائَةِ ضِعْفٍ قَالَ اللّٰهُ تَعَالٰى اِلَّا الصَّوْمَ فَاِنَّهٗ لِيْ وَاَنَا اَجْزِيْ بِهٖ يَدَعُ شَهْوَتَهٗ وَطَعَامَهٗ مِنْ اَجْلِيْ)) [1]

''آدم کے بیٹے کے تمام اعمال بڑھا دیئے جائیں گے۔ ایک نیکی دس گنا سے سات سو گنا تک بڑھا دی جائے گی۔ اللہ تعالیٰ فرمائے گا روزہ چونکہ صرف میرے لیے ہی رکھا گیا ہے میں ہی اس کی جزا عطاء کروں گا۔ (دنیا میں) روزہ دار نے اپنی خواہش اور کھانا میری خاطر ترک کیا تھا۔''

---

[1] مشکوٰۃ (۱۹۵۹) بخاری کتاب الصوم باب ھل یقول انی صائم اذا شتم (۱۹۰۴) مسلم کتاب الصیام باب فضل الصیام (۱۱۵۱)

((اَجزِی)) لفظ کو اگر بصیغہ مجہول یعنی اُجْزٰی پڑھا جائے تو مطلب یہ ہوگا کہ ''روزے کا بدلہ میں خود ہوں۔'' اسی طرح اللہ تعالیٰ نے روزہ دار کے لیے جنت میں ایک خاص دروازہ بنا دیا ہے جس کا نام ((باب الرَّیان)) ہے۔

ارشاد نبوی ہے:

((فِی الْجَنَّةِ ثَمَانِيَةُ اَبْوَابٍ مِنْهَا بَابٌ يُسَمَّى الرَّيَّانَ لَا يَدْخُلُهُ اِلَّا الصَّائِمُوْنَ))[1]

''جنت میں آٹھ دروازے ہیں ان میں سے ایک دروازے کا نام ''الریان'' ہے اس سے روزہ داروں کے علاوہ کوئی داخل نہیں ہوگا۔''

ایک اور ارشاد نبوی ﷺ ہے:

((اِذَادَخَلَ شَهْرُ رَمَضَانَ فُتِحَتْ اَبْوَابُ السَّمَاءِ وَفِي رِوَايَةٍ فُتِحَتْ اَبْوَابُ الْجَنَّةِ وَ غُلِّقَتْ اَبْوَابُ جَهَنَّمَ وَ سُلْسِلَتِ الشَّيَاطِيْنُ))[2]

''جب رمضان المبارک کا مہینہ (مؤمنوں پر) داخل ہوتا ہے تو آسمان کے دروازے (اور ایک روایت میں ہے کہ جنت کے دروازے) کھول دیئے جاتے ہیں اور جہنم کے دروازے بند کر دیئے جاتے ہیں' اور شیاطین کو جکڑ دیا جاتا ہے۔''

مذکورہ بالا احادیثِ صحیحہ صریحہ سے معلوم ہوا کہ روزہ دار کے لیے جنت کے دروازے اللہ تبارک وتعالیٰ کھول دیتا ہے اور ان کے لیے جنت میں ایک خصوصی دروازہ بھی ہے جسے ''باب الرَّیان'' کہتے ہیں۔ اللہ کی وسیع جنت کا حصول عقائدِ صحیحہ اور اعمال صالحہ سے ہی ہوتا ہے لیکن بعض لوگ ایسے بھی اس کائنات میں موجود ہیں جو صحیح عقیدے سے محروم اور اعمال بد کے دلدادہ ہیں...... افیون و چرس اور ہیروئن کے رسیا' بدکاری اور شراب نوشی

---

[1] مشکوٰۃ (۱۹۵۷) عن سهل بن سعد ؓ' بخاری کتاب بدء الخلق باب صفة ابواب الجنة (۳۲۵۷)' مسلم کتاب الصیام فضل الصیام (۱۱۵۲)

[2] مشکوٰۃ عن ابی هریرة (۱۹۵٦)' بخاری کتاب الصوم باب هل یقال رمضان او شهر رمضان (۱۸۹۹)' مسلم کتاب الصیام باب فضل شهر رمضان (۱۰۷۹)

سے مخمور و دلدادہ' حلال و حرام کی پابندیوں سے آزاد' عفت وعصمت کی چادر کو تار تار کرنے والے' حیاء وغیرت کا جنازہ نکال دینے والے اور پلید و گندی زبانوں سے دمادم مست قلندر علی دا پہلا نمبر' نہ نیتی نہ قضا کیتی جیسے نعرے لگانے والوں نے اپنی نجات کے لیے قرآن و حدیث کی تعلیمات کے برعکس معیار و ذرائع اپنا رکھے ہیں۔ اللہ کی جنت ایسی ہے جو ان خرافات سے مبرا ہے اور وہ اہل توحید' مؤمنین و مجاہدین اور اللہ کے نیک و صالح بندوں کے لیے بنائی گئی ہے' جو عقائد و اعمال کے اعتبار سے نفیس ترین لوگ ہیں اور فرائض کی پابندی کرنے والے اور نوافل و تطوع کو خوش دلی اور رغبت و اشتہاء اور ذوق و شوق سے سرانجام دینے والے ہیں۔

روزے کا مقصد:

اللہ وحدہٗ لاشریک نے فرضیت روزہ والی آیت کریمہ میں اس کا مقصد تقویٰ و پرہیز گاری' خوف باری تعالیٰ اور للّٰہیت کا حصول بتایا ہے۔ روزہ انسان کو ایسی قوت برداشت سکھاتا ہے جس کی بنا پر انسان اپنے نفس پر کنٹرول کرسکتا ہے اور روزہ رکھنے سے انسان کے اندر ایسا ملکہ پیدا ہوتا ہے جس کے باعث آدمی اپنے آپ کو تمام اعمال سیئہ' اخلاقِ رذیلہ اور عاداتِ شنیعہ سے محفوظ رکھ سکتا ہے۔ اس کے لیل ونہار رسوماتِ قبیحہ سے مبرا اور صاف وشفاف ہو جاتے ہیں۔ شب و روز ذکر باری تعالیٰ' تقویٰ و پرہیز گاری' حلاوتِ ایمانی' انابتِ الی اللہ' زہد وتقویٰ' رکوع و سجود' تسبیح و تہلیل' خشوع و خضوع' صبر و تحمل' بردباری' سنجیدگی و متانت جیسی صفات عالیہ میں مصروف عمل دکھائی دیتا ہے۔ روزہ انسان کو ایسی عظیم خوبی سے ہمکنار کرتا ہے جس کی وجہ سے یہ محرمات سے اجتناب کرسکتا ہے اور دوران روزہ جو اشیاء اللہ تعالیٰ نے حرام قرار دی ہیں ان سے بچ کر یہ سبق سیکھ لیتا ہے کہ اگر میرے لیے وقتی طور پر حرام اشیاء سے پرہیز کرنا آسان ہے تو مستقل اور ابدی حرام چیزوں سے بچنا کوئی مشکل نہیں۔

لہ شرح السنة (۹:۱۸) ۶/ ۳۷۷' شعب الایمان للبیھقی باب فی الصیام (۳۹۵۳)' ۳/ ۴۱۸' ابن حبان (۱۶۱۹)

رؤیت ھلال کے احکام

چاند دیکھنا اور پھر روزہ رکھنا

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَصُومُوا حَتّٰى تَرَوُا الْهِلَالَ وَلَا تُفْطِرُوا حَتّٰى تَرَوْهُ فَاِنْ غُمَّ عَلَيْكُمْ فَاقْدُرُوا لَهٗ)) [1]

''تم روزہ نہ رکھو حتیٰ کہ چاند دیکھ لو اور افطار نہ کرو حتیٰ کہ چاند دیکھ لو۔ اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو تو گنتی پوری کر لو۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((صُومُوا لِرُؤْيَتِهٖ وَاَفْطِرُوا لِرُؤْيَتِهٖ فَاِنْ غُمِّيَ عَلَيْكُمْ فَاَكْمِلُوا عِدَّةَ شَعْبَانَ ثَلَاثِيْنَ)) [2]

''چاند دیکھ کر روزہ رکھو اور اسے دیکھ کر افطار کرو اور اگر تم پر مطلع ابر آلود ہو تو شعبان کی گنتی کے تیس (۳۰) دن پورے کر لو۔''

یعنی شعبان کی انتیس تاریخ کو چاند دیکھو' اگر نظر آ جائے تو دوسرے دن روزہ رکھو اور اگر نظر نہ آئے یا مطلع ابر آلود ہو تو سیدنا عمار بن یاسر رضی اللہ عنہ سے روایت ہے:

''جس شخص نے اس دن (یعنی شک کے دن) کا روزہ رکھا اس نے یقیناً

---

[1] بخاری' کتاب الصوم: باب قول النبی اذا رایتم الھلال فصوموا (۱۹۰۶)' مسلم کتاب۔ باب وجوب صوم رمضان لرؤیة الھلا (۱۰۸۰)

[2] بخاری' کتاب الصوم: باب قول النبی اذا رایتم الھلال فصوموا (۱۹۰۹)' مسلم (حوالہ سابق) (۱۰۸۱)

ابوالقاسم ﷺ کی نافرمانی کی۔"[1]

واضح رہے کہ رویت ہلال کے لیے عادل وقابل اعتماد ایک شخص ہی کی گواہی کافی ہے۔ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

((تَرَاءَی النَّاسُ الْهِلَالَ فَأَخْبَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنِّیْ رَاَیْتُهٗ فَصَامَهٗ وَ اَمَرَ النَّاسَ بِصِیَامِهٖ)) [2]

"لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش کی' میں نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ میں نے اسے دیکھ لیا ہے تو آپ ﷺ نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان کے چاند کی رویت کے بارے میں ایک عادل مسلمان کی گواہی کفایت کر جاتی ہے۔ اس کی تائید میں سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما ایک حدیث یوں بیان کرتے ہیں:

((جَاءَ اَعْرَابِیٌّ اِلَی النَّبِیِّ ﷺ فَقَالَ اِنِّیْ رَاَیْتُ الْهِلَالَ یَعْنِیْ رَمَضَانَ فَقَالَ اَتَشْهَدُ اَنْ لَا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ؟ قَالَ نَعَمْ' قَالَ اَتَشْهَدُ اَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُوْلُ اللّٰهِ؟ قَالَ نَعَمْ قَالَ یَا بِلَالُ! اَذِّنْ فِی النَّاسِ فَلْیَصُوْمُوْا غَدًا)) [3]

---

[1] ابن ماجۃ کتاب الصیام: باب ما جآء فی صیام یوم الشك (۱۶۴۰)' ابوداؤد کتاب الصیام۔ باب اذا اغمی الشھر (۲۳۳۳)' ترمذی (۶۸۶)' نسائی (۲۱۹۰)' دارمی (۱۶۸۲)

[2] ابوداؤد کتاب الصوم: باب شھادۃ الواحد علی رؤیۃ ھلال رمضان (۲۳۴۲)' دارمی' کتاب الصیام: باب الشھادۃ علی رؤد' کتاب الصوم: باب شھادۃ الواحد علی رؤیۃ ھلال رمضان (۲۳۴۲)' دارقطنی (۲/ ۱۵۶)' بیھقی (۴/ ۲۱۲)' ابن حبان (۸۷۱)' حاکم (۱/ ۴۲۳)' لتخیص الحبیر (۲/ ۱۸۷)

[3] ابو داؤد' کتاب الصیام: باب فی شھادۃ الواحد علی رؤیۃ ھلال رمضان (۲۳۴۰)' ترمذی۔ کتاب الصوم۔ باب ما جاء فی الصوم بالشھادۃ (۶۹۱) نسائی۔ کتاب الصیام۔ باب قبول شھادۃ الرجل الواحد...... (۲۱۱۱) ابن ماجہ کتاب الصیام۔ باب ما جاء فی الشھادۃ علی رؤیۃ الھلال (۱۶۵۲) المنتقی لابن الجارود (۳۷۹)

''ایک دیہاتی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا اور اس نے کہا: ''میں نے رمضان المبارک کا چاند دیکھا ہے۔'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں؟'' اس نے کہا: ''جی ہاں!'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''کیا تو اس بات کی شہادت دیتا ہے کہ محمد (ﷺ) اللہ کے رسول ہیں؟'' اس نے کہا: ''جی ہاں!'' آپ ﷺ نے فرمایا: ''اے بلال! لوگوں میں اعلان کردو کہ وہ کل روزہ رکھیں۔''

رمضان کا چاند دیکھنے کے لیے ایک فرد کی گواہی

رمضان کی رؤیت ہلال کے لیے ایک عادل اور قابل اعتماد شخص کو گواہی کافی ہے'

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((تَرَائَی النَّاسُ الْهِلَالَ فَاَخْبَرْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَنِّیْ رَاَیْتُهٗ فَصَامَ وَاَمَرَ النَّاسَ بِصِیَامِهٖ))[1]

''لوگوں نے چاند دیکھنے کی کوشش' کی میں نے رسول اللہ ﷺ کو خبر دی کہ میں نے چاند دیکھ لیا ہے تو آپ نے خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم دیا۔''

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ رمضان المبارک کے چاند کی رؤیت کے بارے میں ایک مسلمان عادل شخص کی گواہی کافی ہے جیسا کہ رسول اللہ ﷺ نے عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما کی گواہی پر خود بھی روزہ رکھا اور لوگوں کو بھی روزہ رکھنے کا حکم فرمایا۔ اس مسئلہ کی تائید ایک اور

---

[1] ابوداؤد' کتاب الصوم: باب فی شهادة الواحد علی رویة هلال رمضان: (۲۳۴۲)' سنن الدارمی (۱۶۹۸)' ابن حبان (۸۷۱)

یہ روایت نسائی' ترمذی' ابن ماجہ' ابن خزیمہ' ابن حبان' دار قطنی' مستدرک حاکم اور طحاوی میں بھی موجود ہے لیکن اس کی سند میں سماک بن حرب از عکرمہ از عباس کے طریق سے مروی ہے اور اس سند میں اضطراب ہے۔ بہرکیف میں نے بطور تائید اس کو ذکر کیا ہے ورنہ یہ مسئلہ ابن عمر رضی اللہ عنہما کی صحیح حدیث سے ثابت ہے۔

روایت سے بھی ہوتی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے کہ ایک دیہاتی نبی صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس آ کر کہنے لگا:

''میں نے رمضان کا چاند دیکھ لیا ہے'' تو آپ نے فرمایا: ''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ اللہ کے سوا کوئی معبود برحق نہیں؟ اس نے کہا: ''جی ہاں!'' پھر آپ نے فرمایا: ''کیا تم گواہی دیتے ہو کہ محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اللہ کے رسول ہیں؟'' اس نے کہا: ''جی ہاں!'' آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''لوگوں میں اعلان کر دو کہ وہ کل روزہ رکھیں۔''[1]

لہٰذا ایک عادل کی گواہی پر بھی روزہ رکھ لیا جائے۔

چاند دیکھنے کی دعاء:

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم جب چاند دیکھتے تو کہتے:

((اَللّٰهُ اَكْبَرُ اَللّٰهُمَّ اَهِلَّهٗ عَلَيْنَا بِالْاَمْنِ وَالْاِيْمَانِ وَالسَّلَامَةِ وَالْاِسْلَامِ وَالتَّوْفِيْقِ لِمَا تُحِبُّ رَبَّنَا وَتَرْضٰى رَبُّنَا وَرَبُّكَ اللّٰهُ))[2]

''اللہ سب سے بڑا ہے۔ اے اللہ! تو اسے ہم پر امن ایمان' سلامتی اور اسلام کے ساتھ طلوع کر۔ اور اس چیز کی توفیق کے ساتھ کہ جس سے تو محبت کرتا ہے اے ہمارے رب! اور جسے تو پسند کرتا ہے (اے چاند) ہمارا اور تیرا رب اللہ ہے۔



---

[1] ابوداؤد كتاب الصيام: باب في شهادة الواحد على رؤية هلال رمضان (۲۳۴۰)' بيهقى (۴/ ۲۱۲)

[2] سنن دارمی کتاب الصوم: باب ما يقال عند رويت الهلال (۱۶۹۱) یہ روایت کثرت شواہد کی بنا پر صحیح ہے ملاحظہ ہو سلسلة الاحاديث الصحيحة

سحری و افطاری کا کھانا پینا اور احکام و مسائل

اذان سحری کی شرعی حیثیت

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّ بِلَالًا یُؤَذِّنُ بِلَیْلٍ فَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یُنَادِیَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ قَالَ وَ کَانَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ رَجُلًا اَعْمٰی لَا یُنَادِیْ حَتّٰی یُقَالَ لَهٗ اَصْبَحْتَ اَصْبَحْتَ))[1]

''یقیناً بلال رضی اللہ عنہ رات کو اذان دیتے ہیں' سو تم کھاؤ پیؤ یہاں تک کہ عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ اذان دیں۔'' (راوی نے) کہا: ''عبداللہ بن ام مکتوم رضی اللہ عنہ نابینا تھے وہ اتنی دیر تک اذان نہیں دیتے تھے جب تک انہیں کہا نہ جائے کہ تو نے صبح کر دی' تو نے صبح کر دی۔''

سیدنا عبداللہ بن مسعود رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا یَمْنَعَنَّ اَحَدَکُمْ اَذَانُ بِلَالٍ مِنْ سُحُوْرِهٖ فَاِنَّهٗ یُؤَذِّنُ بِلَیْلٍ لِیَرْجِعَ قَائِمَکُمْ وَلِیُنَبِّهَ نَائِمَکُمْ))[2]

---

[1] بخاری' کتاب الاذان: باب اذان الاعمی اذا کان له من یخبره (۶۱۷)' مسلم' کتاب الصیام باب ان الدخول فی الصوم۔ یحصل بطلوع الفجر (۱۰۹۲)

[2] بخاری کتاب الاذان باب الاذان قبل الفجر (۶۲۱)۔ مسلم کتاب الصیام۔ باب بیان ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر (۱۰۹۳)

علامہ سندھی رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''اس حدیث سے مراد دونوں کے درمیان وقفے کی قلت ہے نہ کہ حد کی تعیین۔'' نیز امام نووی رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((قَالَ الْعُلَمَاءُ مَعْنَاهُ اَنَّ بِلَالًا كَانَ يُؤَذِّنُ قَبْلَ الْفَجْرِ وَ يَتَرَبَّصُ بَعْدَ اَذَانِهِ لِلدُّعَاءِ وَ نَحْوِهِ ثُمَّ يَرْقُبُ الْفَجْرَ فَاِذَا قَارَبَ طُلُوْعُهُ نَزَلَ فَاَخْبَرَ ابْنَ اُمِّ مَكْتُوْمٍ فَيَتَاَهَّبُ ابْنُ اُمِّ مَكْتُوْمٍ رضی اللہ عنہ بِالطَّهَارَةِ وَ غَيْرِهَا ثُمَّ يَرْقٰى وَ يَشْرَعُ فِي الْاَذَانِ مَعَ اَوَّلِ طُلُوْعِ الْفَجْرِ وَاللّٰهُ اَعْلَمُ))[1]

''علماء نے کہا ہے کہ اس حدیث کا معنی یہ ہے کہ بلال رضی اللہ عنہ فجر سے پہلے اذان دیتے تھے اور اذان کے بعد دعاء وغیرہ کے لیے بیٹھے رہتے تھے۔ جب طلوع فجر قریب ہوتی تو اتر آتے اور ابن ام مکتوم رضی اللہ عنہ کو خبر کر دیتے تو وہ وضوء وغیرہ کی تیاری کرتے پھر اوپر چڑھ جاتے اور فجر طلوع ہوتے ہی اذان شروع کر دیتے۔''

غرض سحری کی اذان اور صبح صادق میں اتنا وقفہ ضرور ہونا چاہیے جس سے آدمی آسانی سے سحری کر لے' قیام کرنے والا واپس پلٹ آئے' سویا ہوا بیدار ہو جائے اور روزے کی تیاری کر لے' کیونکہ بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کھانے پینے سے مانع نہ تھی' اس لیے کہ وہ صبح کاذب میں ہوتی تھی۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے یہ مسئلہ اس حدیث کی رو سے سمجھایا ہے کہ سیدنا زید بن ثابت رضی اللہ عنہ سے روایت ہے' فرماتے ہیں:

((تَسَحَّرْنَا مَعَ النَّبِيِّ صلی اللہ علیہ وسلم ثُمَّ قَامَ اِلَى الصَّلَاةِ قُلْتُ كَمْ كَانَ بَيْنَ الْاَذَانِ وَالسُّحُوْرِ؟ قَالَ قَدْرُ خَمْسِيْنَ آيَةً))[2]

''ہم نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کی' پھر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نماز کے لیے کھڑے

---

[1] شرح مسلم للنووی (۷/ ۱۷۷)

[2] بخاری' کتاب الصوم: باب قدر کم بین السحور وصلاۃ الفجر (۱۹۲۱) مسلم۔ کتاب الصیام باب فضل السحور (۱۰۹۷)

ہو گئے۔" میں (انس رضی اللہ عنہ) نے کہا:

"اذان اور سحری کے درمیان کتنا وقفہ تھا؟" تو انہوں نے کہا: "پچاس آیات (کی تلاوت کے وقت) کے برابر۔"

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے سحری کے وقت فرمایا:

((یَا اَنَسُ ! اِنِّی اُرِیْدُ الصِّیَامَ اَطْعِمْنِی شَیْئًا فَاَتَیْتُهُ بِتَمْرٍ وَ اِنَاءٍ فِیْهِ مَاءٌ وَ ذٰلِكَ بَعْدَ مَا اَذَّنَ بِلَالٌ فَقَالَ یَا اَنَسُ ! انْظُرْ رَجُلاً یَاْكُلُ مَعِی فَدَعَوْتُ زَیْدَبْنَ ثَابِتٍ فَجَاءَ فَقَالَ اِنِّی قَدْ شَرِبْتُ شُرْبَةَ سَوِیْقٍ وَاَنَا اُرِیْدُ الصِّیَامَ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاَنَا اُرِیْدُ الصِّیَامَ فَتَسَحَّرَ مَعَهُ ثُمَّ قَامَ فَصَلّٰی رَكْعَتَیْنِ ثُمَّ خَرَجَ اِلَی الصَّلَاةِ))[1]

"اے انس! میرا روزے کا ارادہ ہے' مجھے کوئی چیز کھلاؤ۔" میں آپ کے پاس کھجور اور پانی والا برتن لایا اور یہ بلال رضی اللہ عنہ کی اذان کے بعد کا قصہ ہے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "اے انس! کوئی آدمی تلاش کر جو میرے ساتھ کھانا کھائے۔" میں نے زید بن ثابت رضی اللہ عنہ کو دعوت دی تو وہ تشریف لائے اور کہا: "میں نے ستو کا ایک گھونٹ پی لیا ہے اور روزے کا اردہ رکھتا ہوں۔" نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "میں بھی روزے کا ارادہ رکھتا ہوں۔" انہوں نے آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ سحری کی پھر کھڑے ہوئے' دو رکعت سنت پڑھی اور پھر نماز صبح کے لیے گھر سے نکلے۔"

اس حدیث سے یہ بھی معلوم ہوا کہ اذان بلال رضی اللہ عنہ کے بعد اتنا وقفہ ضرور ہوتا تھا جس میں آدمی سحری کا انتظام کر کے کھانا کھالے۔ لہٰذا دونوں اذانوں کے درمیان اتنا وقفہ ضرور ہونا چاہیے جس میں سحری کا بندوبست ہو سکے۔

اذان کے دوران کھانا پینا:

مؤذن کے بارے میں اگر یہ معروف ہو کہ وہ فجر طلوع ہونے کے ساتھ ہی اذان

[1] نسائی' کتاب الصیام: باب السحور بالسویق والتمر (۲۱۶۶)

دیتا ہے تو ایسی صورت میں اس کی اذان سنتے ہی کھانے پینے اور دیگر تمام مفطرات سے رک جانا ضروری ہے' لیکن اگر کیلنڈر کے اعتبار سے ظن وتخمین سے اذان دی جائے تو ایسی صورت میں اذان کے دوران کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں' جیسا کہ نبی ﷺ کی حدیث ہے' آپ نے فرمایا:

((اِنَّ بِلَالًا یُنَادِی بِلَیْلٍ فَکُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰی یُنَادِیَ ابْنُ اُمِّ مَکْتُوْمٍ))[1]

''بلالؓ رات میں اذان دیتے ہیں سو کھاؤ اور پیؤ یہاں تک کہ ابن ام مکتوم اذان دیں۔''

نیز فرمایا:

''جو شخص شبہات سے بچ گیا اس نے اپنے دین اور عزت کو بچالیا۔''[2]

لیکن اگر یہ بات متعین ہو کہ مؤذن کچھ رات باقی رہنے پر طلوع فجر سے پہلے لوگوں کو آگاہ کرنے کے لیے اذان دیتا ہے' جیسا کہ بلال کرتے تھے' تو ایسی صورت میں مذکورہ بالا حدیث پر عمل کرتے ہوئے کھانے پینے میں کوئی حرج نہیں' یہاں تک کہ طلوع فجر کے ساتھ اذان دینے والے مؤذن کی اذان شروع ہو جائے۔

سحری کھانے کا آخری وقت:

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَكُلُوْا وَاشْرَبُوْا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْاَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْاَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ﴾ (البقرة : ۲/ ۱۸۷)

''اور کھاؤ پیو یہاں تک کہ تمہارے لیے سفید دھاگا سیاہ دھاگے سے واضح ہو جائے۔''

---

[1] بخاری' کتاب الاذان باب الاذان قبل الفجر (۶۲۰) مسلم۔ کتاب الصیام۔ باب بیان ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر (۱۰۹۲)

[2] بخاری۔ کتاب الایمان۔ باب فضل من استبراء لدینه (۵۲) مسلم۔ کتاب المساقاة۔ باب اخذ الحلال وترك الشبهات (۱۵۹۹)

اس آیت کریمہ میں ''الخیط الابیض'' سے مراد صبح صادق اور ''الخیط الاسود'' سے مراد رات ہے۔ عدی بن حاتم رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''جس وقت یہ آیت کریمہ نازل ہوئی تو میں نے اونٹ باندھنے والی ایک سیاہ رسی اور ایک سفید رسی اپنے تکیے کے نیچے رکھ لی۔ میں رات کے وقت انہیں دیکھنے لگا تو مجھے صاف نظر نہ آئی۔ (حالانکہ اسے اب تک سفید ہو جانا چاہیے تھا) میں نے صبح رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کو آ کر سارا ماجرا سنایا' تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِنَّمَا ذٰلِكَ سَوَادُ اللَّيْلِ وَبَيَاضُ النَّهَارِ)) [بخاری' کتاب الصوم: باب قول الله تعالیٰ: ﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتّٰى يَتَبَيَّنَ لَكُمْ......﴾ (۱۹۱۶)] [1]

''اس آیت کریمہ میں سیاہ اور سفید دھاگے سے مراد رات کی سیاہی اور دن کی سفیدی ہے۔''

اس آیت کریمہ میں اللہ تعالیٰ نے سحری کا وقت بتا دیا ہے کہ صبح صادق تک تم کھا پی سکتے ہو' وقت کی حدود متعین کرنے میں کچھ وسعت معلوم ہوتی ہے کیونکہ جس طرح آج گھڑیاں موجود ہیں ظاہر بات ہے زمانہ رسالت اور زمانہ خلفائے راشدین وغیرہ میں یہ ایجادات موجود نہ تھیں' لوگ ستاروں اور چاند کے ساتھ رات کے اوقات معلوم کرتے تھے۔ اس لیے اگر سحری میں ایک دو منٹ کی تاخیر ہو جائے تو کوئی قیامت بپا نہیں ہوتی۔ سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِذَا سَمِعَ اَحَدُكُمُ النِّدَاءَ وَ الْاِنَاءُ عَلٰى يَدِهٖ فَلَا يَضَعْهُ حَتّٰى يَقْضِيَ حَاجَتَهٗ مِنْهُ)) [2]

''جب تم میں سے کوئی آدمی اذان سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو وہ اس برتن کو حاجت پوری کرنے سے پہلے نہ رکھے۔''

مولانا عبید اللہ مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

---

[1] مسلم۔ کتاب الصیام۔ باب بیان ان الدخول فی الصوم یحصل بطلوع الفجر (۱۰۹۰)

[2] ابوداؤد' کتاب الصوم: باب فی الرجل یسمع النداء والاناء فی یده (۲۳۵۰)' حاکم (۱/ ۴۲۶)' دار قطنی (۲۱۶۳)

((وَفِيْهِ اِبَاحَةُ الْاَكْلِ وَ الشُّرْبِ مِنَ الْاِنَاءِ الَّذِیْ فِیْ يَدِهٖ عِنْدَ سَمَاعِ الْاَذَانِ لِلْفَجْرِ وَاَنْ لَا يَضَعَهٗ حَتّٰى يَقْضِىَ حَاجَتَهٗ)) [1]

''اس حدیث میں فجر کی اذان سنتے وقت اس برتن سے کھانے اور پینے کی اباحت معلوم ہوتی ہے جو اس کے ہاتھ میں ہے اور یہ کہ وہ اسے اپنی حاجت پوری کرنے سے پہلے نہ رکھے۔''

سیدنا جابر رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا شاہد بھی موجود ہے۔ [مسند احمد (۳/ ۳۴۸)]

علامہ ہیثمی رحمہ اللہ نے اسے حسن کہا ہے۔ [مرعاۃ المفاتیح (۶/ ۴۷۰)]

روزہ کے لیے سحری کھانا لازمی ہے

سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((تَسَحَّرُوْا وَ لَوْ بِجُرْعَةٍ مِّنْ مَّاءٍ)) [2]

''سحری کھاؤ اگرچہ پانی کے ایک گھونٹ سے ہو۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ سحری کھانے کے لیے بیدار ہونا ضروری ہے کیونکہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس کا حکم دیا ہے۔

ایک روایت میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((فَصْلُ مَابَيْنَ صِيَامِنَا وَ صِيَامِ اَهْلِ الْكِتَابِ اُكْلَةُ السَّحَرِ)) [3]

''ہمارے اور اہل کتاب کے روزے میں فرق سحری کا کھانا ہے۔''

سحری میں اللہ تعالیٰ نے برکت بھی رکھی ہوئی ہے جیسا کہ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

---

[1] مرعاۃ المفاتیح (۶/ ۴۶۹)

[2] موارد الظمآن (۸۸۴)

[3] مسلم' کتاب الصیام: باب فضل السحور وتأکید استحبابه (۱۰۹۶)

((تَسَحَّرُوْا فَاِنَّ فِی السُّحُوْرِ بَرَکَۃً))[1]

''سحری کھاؤ اس لیے کہ سحری کھانے میں برکت ہے۔''

((دَعَانِیْ رَسُوْلُ اللّٰہِ ﷺ اِلَی السُّحُوْرِ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَ ھَلُمَّ اِلَی الْغَدَاءِ الْمُبَارَكِ))[2]

''مجھے رسول اللہ ﷺ نے رمضان المبارک میں سحری کھانے کی دعوت دی تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''صبح کے بابرکت کھانے کی طرف آؤ۔''

سب سے بہترین چیز جس سے سحری کھائی جا سکتی ہے:

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے روایت ہے نبی ﷺ نے فرمایا:

((نِعْمَ سُحُوْرُ الْمُؤْمِنِ التَّمْرُ))[3]

''مؤمن کی بہترین سحری کھجور ہے۔''

تاخیر سے سحری کھانا انبیاء کا شیوہ ہے:

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما سے روایت ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّا مَعْشَرُ الْاَنْبِیَاءِ اُمِرْنَا اَنْ نُؤَخِّرَ سُحُوْرَنَا وَنُعَجِّلَ فِطْرَنَا وَ اَنْ نُمْسِكَ یَمِیْنَنَا عَلٰی شَمَائِلِنَا فِیْ صَلَاتِنَا))[4]

---

[1] بخاری، کتاب الصوم: باب برکۃ السحور من غیر ایجاب (۱۹۲۳)۔ مسلم کتاب الصیام۔ باب فضل السحور (۱۰۹۵)

[2] ابوداؤد، کتاب الصیام: باب من سمی السحور الغداء (۲۳۴۴)، نسائی کتاب الصیام۔ باب دعوۃ باب السحور (۲۱۶۴)، موارد الظمآن (۸۸۲)، نیل المقصود (۲۳۴۴)
سیدنا ابودرداء رضی اللہ عنہ سے اس حدیث کا شاہد حسن سند کے ساتھ صحیح ابن حبان میں موجود ہے۔ [موارد الظمآن (۸۸۱)، (۱۸۴/۳)]

[3] ابوداؤد، کتاب الصیام: باب من سمی السحور الغداء (۲۳۴۵)، موارد الظمآن (۸۸۴)، (۱۸۶/۳)

[4] موارد الظمآن (۸۸۵)، طبرانی کبیر (۱۹۹/۱۱)، (۱۱۴۸۵) اس کی سند صحیح ہے اور اس کے کئی ایک شواہد بھی ہیں۔

”یقیناً ہم انبیاء علیہم السلام کا گروہ ہیں‘ ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم اپنی سحری میں تاخیر کریں اور افطاری جلدی کریں اور نماز میں دائیں ہاتھ کو بائیں پر رکھیں۔“

روزہ توڑ دینے کا کفارہ

جو آدمی کسی بھی وجہ سے عمداً (جان بوجھ کر) روزہ توڑ دے اس کے لیے یہ کفارہ ہے کہ وہ

- ایک غلام آزاد کرے۔
- اگر یہ طاقت نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھے۔
- اگر یہ نہ ہو سکے تو ساٹھ مساکین کو کھانا کھلائے۔[1]

روزہ کب افطار کیا جائے؟

ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿اَتِمُّوا الصِّیَامَ اِلَی الَّیْلِ﴾ (البقرہ : ۲/ ۱۸۷)

”روزہ رات تک پورا کرو۔“

یعنی رات ہوتے ہی روزہ افطار کر دو‘ تاخیر مت کرو۔ رات (لیل) کی ابتدا غروب آفتاب سے ہوتی ہے۔ علامہ محمد بن یعقوب فیروز آبادی رقمطراز ہیں:

((اَللَّیْلُ وَاللَّیْلَةُ مِنْ مَغْرِبِ الشَّمْسِ اِلَی طُلُوْعِ الْفَجْرِ الصَّادِقِ اَوِ الشَّمْسِ))[2]

”رات غروب شمس سے لے کر فجر صادق کے طلوع ہونے تک یا طلوع شمس تک ہے۔“

---

[1] بخاری‘ کتاب الصوم: باب اذا جامع فی رمضان (۱۹۳۶) مسلم کتاب الصیام۔ باب تغلیظ تحریمالجماع فی نہار رمضان (۱۱۱۱)

[2] القاموس المحیط (۱۳۶۴)

علامہ ابن منظور الافریقی فرماتے ہیں: ''مَبْدَئُهُ مِنْ غُرُوْبِ الشَّمْسِ'' (رات کی ابتدا غروب شمس سے ہے)[1]

ائمہ لغات کی توضیح سے معلوم ہوا کہ لیل کی ابتدا غروب آفتاب سے ہوتی ہے' لہٰذا جوں ہی سورج غروب ہو روزہ افطار کر لیا جائے' تاخیر نہ کی جائے کیونکہ تاخیر سے روزہ افطار کرنا یہود و نصاریٰ کا کام ہے۔ نبی اکرم ﷺ کا ارشاد ہے:

((لَا يَزَالُ الدِّيْنُ ظَاهِرًا مَا عَجَّلَ النَّاسُ الْفِطْرَ لِاَنَّ الْيَهُوْدَ وَ النَّصَارٰى يُؤَخِّرُوْنَ))[2]

''دین ہمیشہ غالب رہے گا جب تک لوگ افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے کیونکہ یہود و نصاریٰ افطاری کرنے میں تاخیر کرتے ہیں۔''

اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا کہ روزہ دیر سے کھولنا یہود و نصاریٰ کا کام ہے اور ان کے متبعین کا روزہ موجود دور میں بھی مسلمانوں سے دس یا پندرہ منٹ بعد کھلتا ہے۔ وہ افطاری کے لیے سائرن کا انتظار کرتے رہتے ہیں اور سائرن بھی غروب آفتاب کے بعد دیر سے بجایا جاتا ہے' اس کے بارے میں یاد رہے کہ عبادت کے لیے سائرن بجانا بھی یہود و نصاریٰ کا عمل ہے۔ اہل اسلام کے ساتھ اس عمل کا کوئی تعلق نہیں بلکہ غروب آفتاب کے ساتھ ہی روزہ کھول دینا چاہیے:

((عَنْ سَهْلٍ ؓ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ قَالَ لَايَزَالُ النَّاسُ بِخَيْرٍ مَا عَجَّلُوا الْفِطْرَ))[3]

---

[1] لسان العرب (۱۲/ ۳۲۸) المعجم الاوسط (۸۵۰)

[2] ابوداؤد' کتاب الصوم: باب ما یستحب من تعجیل الفطر (۲۳۵۳)' ابن ماجه' کتاب الصیام: باب ما جآء فی تعجیل الافطار (۱۶۹۸)' ابن خزیمة (۲۰۶۰)' ابن حبان (۸۸۹)' حاکم (۱/ ۴۳۱)

[3] بخاری' کتاب الصوم: باب تعجیل الافطار (۱۹۵۷)' مسلم' کتاب الصیام: باب فضل السحور (۱۰۹۸)

"سیدنا سہل رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: "جب تک لوگ روزہ افطار کرنے میں جلدی کرتے رہیں گے بھلائی سے رہیں گے۔"

سیدنا عمر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِذَا اَقْبَلَ اللَّیْلُ مِنْ هٰهُنَا وَاَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا وَ غَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ اَفْطَرَ الصَّائِمُ))[1]

"جب رات ادھر سے آ جائے اور دن اُدھر سے پیٹھ پھیر جائے اور سورج غروب ہو جائے تو روزہ دار روزہ کھول دے۔"

سیدنا سہل بن سعد رضی اللہ عنہ نے کہا کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((لَا تَزَالُ اُمَّتِیْ عَلٰی سُنَّتِیْ مَا لَا تَنْتَظِرُ بِفِطْرِهَا النُّجُوْمَ))[2]

"میری امت ہمیشہ میری سنت پر رہے گی جب تک روزے کی افطاری کے لیے ستاروں کا انتظار نہیں کرے گی۔"

مندرجہ بالا صحیح احادیث سے معلوم ہوا کہ افطاری کا وقت غروب آفتاب ہے' اس لیے روزہ سورج غروب ہوتے ہی افطار کرلیں' دیر نہ کریں۔

کس چیز سے روزہ افطار کرنا چاہیے؟

سیدنا سلمان بن عامر رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اِذَا اَفْطَرَ اَحَدُ کُمْ فَلْیُفْطِرْ عَلٰی تَمْرٍ فَاِنَّهٗ بَرَکَةٌ فَاِنْ لَّمْ یَجِدْ فَلْیُفْطِرْ عَلٰی مَاءٍ فَاِنَّهٗ طَهُوْرٌ))[3]

---

[1] بخاری' کتاب الصوم: باب متی یحل فطر الصائم (۱۹۵۴)' مسلم' کتاب الصیام باب بیان وقت انقضاء الصوم (۱۱۰۰)

[2] موارد الظمآن (۸۹۱)

[3] ترمذی' کتاب الزکاۃ' باب ما جاء فی الصدقۃ علی ذی القرابہ (۶۵۸) ابوداؤد' کتاب الصیام باب ما یفطر علیہ (۲۳۵۵)' احمد (۴/ ۱۷' ۱۸)' ابن ماجہ (۱۶۹۹)' دارمی (۱۷۰۸)' موارد الظمآن (۸۹۲)

''جب تم میں سے کوئی روزہ کھولے تو وہ کھجور سے کھولے کیونکہ اس میں برکت ہے اگر کھجور نہ پائے تو پانی سے روزہ کھولے اس لیے کہ وہ پاک کرنے والا ہے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يُفْطِرُ عَلٰى رُطَبَاتٍ قَبْلَ اَنْ يُّصَلِّيَ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ رُطَبَاتٌ فَعَلٰى تَمَرَاتٍ فَاِنْ لَمْ تَكُنْ حَسَا حَسَوَاتٍ مِنْ مَاءٍ)) [1]

''رسول اللہ ﷺ نماز پڑھنے سے پہلے چند تازہ کھجوریں کھا کر روزہ افطار کرتے تھے' اگر تازہ کھجوریں دستیاب نہ ہوتیں تو خشک کھجوریں کھا کر افطار کرتے' اگر وہ بھی نہ ملتیں تو پانی کے چند گھونٹ پی لیتے۔''

سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((مَارَاَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهُ ﷺ قَطُّ صَلّٰى صَلَاةَ الْمَغْرِبِ حَتّٰى يُفْطِرَ وَلَوْ عَلٰى شَرْبَةٍ مِّنْ مَاءٍ))

''میں نے نبی کریم ﷺ کو افطاری سے پہلے مغرب کی نماز پڑھتے ہوئے کبھی نہیں دیکھا' اگرچہ آپ ﷺ پانی کے ایک گھونٹ ہی پر افطار کرتے۔''

مندرجہ بالا صحیح احادیث سے معلوم ہوا کہ کھجور کے ساتھ روزہ کھولنا بہتر ہے اور اگر کھجور میسر نہ ہو تو پانی سے افطار کر لیں۔ روزے کی وجہ سے جسم میں نقاہت و کمزوری واقع ہوتی ہے' کھجور سے جسم کی تقویت ملتی ہے' کھجور نہایت مفید اور مقوی غذا ہے۔

روزہ افطار کرنے کی دعاء:

سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

رسول اللہ ﷺ جب روزہ افطار کرتے تو کہتے:

((ذَهَبَ الظَّمَاُ وَابْتَلَّتِ الْعُرُوْقُ وَثَبَتَ الْاَجْرُ اِنْ شَاءَ اللّٰهُ))

[1] ابوداؤد' كتاب الصيام: باب ما يفطر عليه (۲۳۵۶)' ترمذی كتاب الصوم۔ باب ما جاء ما يستحب عليه الافطار (۶۹۶)' دارقطنی (۲/ ۱۸۵)' مستدرك حاكم (۱/ ۴۳۲)

''پیاس چلی گئی' رگیں تر ہو گئیں اور اگر اللہ نے چاہا تو اجر ثابت ہو گیا۔''

نیز یہ دعاء بھی پڑھی جاتی ہے۔

((اَللّٰهُمَّ اِنِّیْ لَكَ صُمْتُ وَعَلٰی رِزْقِكَ اَفْطَرْتُ))

یہ دعاء مرسل روایت میں ہے اور مرسل روایت محدثین کے ہاں ضعیف کی اقسام سے ہے۔

روزہ افطار کرانا:

((مَنْ فَطَّرَ صَائِمًا اَوْ جَهَّزَ غَازِيًا فَلَهٗ مِثْلُ اَجْرِهٖ))[1]

سیدنا زید بن خالد جہنی رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

''جس نے روزہ دار کو روزہ افطار کروایا غازی کو سامان جہاد دیا تو اس کے لیے اسی کی مثل اجر ہے۔''



[1] موارد الظمآن (۸۹۰)' مسند ابی یعلی (۶/ ۴۲۴)' (۳۷۹۲)

روزے کی نیت کیسے کریں؟

نبی کریم ﷺ کی زوجہ محترمہ سیدہ حفصہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ لَّمْ یُجْمِعِ الصِّیَامَ قَبْلَ الْفَجْرِ فَلَا صِیَامَ لَہٗ))[1]

''جس نے فجر سے پہلے روزے کی نیت نہ کی اس کا روزہ نہیں ہے۔''

چونکہ تمام اعمال کا دارومدار نیت پر ہے اور نیت کے بغیر کوئی عمل قابل قبول نہیں، مثلاً روزہ کی نیت نہ کی گئی اور روزہ جیسی پابندیاں اپنے اوپر عائد کر لیں تو روزہ نہ ہوگا بلکہ فاقہ ہوگا۔ یہ بھی یاد رہے کہ نیت کے لیے زبان سے تلفظ کی ضرورت نہیں۔ یہ دل کا فعل ہے۔ بعض حضرات نے روزے کی نیت کے یہ الفاظ وضع کیے ہیں: ''وَبِصَوْمِ غَدٍ نَّوَیْتُ مِنْ شَھْرِ رَمَضَانَ'' (میں نے ماہ رمضان کے کل کے روزے کی نیت کی) یہ الفاظ کسی حدیث سے ثابت نہیں اور نیت بھی کل آنے والے دن کی کر رہا ہے۔ علامہ ابن منظور قمطراز ہیں: ''اَصْلُ الْغَدِ وَھُوَ الْیَوْمُ الَّذِیْ یَأْتِیْ بَعْدَ یَوْمِكَ'' ''غد'' کا اصل یہ ہے کہ وہ دن جو تیرے آج کے دن کے بعد ہوگا۔'' (لسان العرب ۱۰/ ۲۶)

لہٰذا یہ الفاظ معنوی طور پر بھی درست معلوم نہیں ہوتے۔

---

[1] ابو داؤد' کتاب الصوم: باب النیة فی الصیام (۲۴۵۴)' ترمذی' کتاب الصوم: باب ما جآء لا صیام لمن لم یعزم من اللیل (۷۳۰)' نسائی' کتاب الصیام (۲۳۳۴) ابن ماجه۔ کتاب الصیام (۱۷۰۰) دارمی (۱۷۰۵)

زبان سے پکار کر روزہ کی نیت کرنا:

ہر سال رمضان المبارک کے آنے سے قبل ہی افطاری وسحری کے اوقات کے تجارتی کیلنڈر شائع ہو کر تقسیم ہونا شروع ہو جاتے ہیں' جن پر اوقات نامہ اور روزہ رکھنے کی نیت "وَبِصَوْمِ غَدٍ نَوَيْتُ مِنْ شَهْرِ رَمَضَانَ" کے الفاظ بھی عموماً دیکھے گئے ہیں۔ جس کا مطلب یہ ہوتا ہے کہ میں نے کل کے رمضان کے روزے کی نیت کی۔

جہاں تک نیت کا تعلق ہے تو تمام اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے اور نیت کے بغیر کوئی عمل بھی قابل قبول نہیں ہے۔ مثلاً: اگر نماز کی نیت کی طرح روزہ کی نیت نہ کی گئی اور روزہ جیسی پابندیاں اپنے اوپر عائد کر لیں اور اس کے لوازمات کو بھی ادا کرنے میں سارا دن کوئی کوتاہی نہ کی' تو پھر بھی روزہ نہ ہوگا بلکہ فاقہ ہوگا جس کا اس کو کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ ایک حدیث میں ہے کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

"جس نے فجر سے پہلے روزے کی نیت نہ کی اس کا کوئی روزہ نہیں ہے۔"[1]

تمام عبادات میں نیت ضروری ہے' چاہے نماز ہو' زکوٰۃ ہو یا روزہ۔ جیسا کہ صحیح حدیث میں ہے:

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّيَّاتِ))

"تمام اعمال کا دار و مدار نیت پر ہے۔" [بخاری' کتاب بدء الوحی (۱)][2]

امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کے ہاں اعمال کی دو اقسام ہیں:

۱۔ وہ اعمال جو اصل مقصد کے لیے تو نہیں لیکن اصل مقصد تک پہنچنے کا ذریعہ ہوں جیسے وضوء اور غسل' ان کی نیت اگر نہ بھی کی جائے تو درست ہوگا۔

آخر الذکر مسئلہ کا حکم امام ابوحنیفہ رحمہ اللہ کی اپنی رائے اور قیاس تک محدود ہے۔ شرعی

---

[1] ابو داؤد' کتاب الصوم: باب النیة فی الصیام (۲۴۵۴)' ترمذی' کتاب الصوم: باب ما جاء لا صیام لمن لم یعزم من اللیل (۷۳۰)' نسائی' کتاب الصیام (۲۳۳۴) ابن ماجه کتاب الصیام (۱۷۰۰)

[2] مسلم۔ کتاب الامارۃ باب قول النبی ﷺ "انما الاعمال بالنیة" (۱۹۰۷)

دلائل میں اس کی کوئی مثال نہیں ملتی اور نہ کوئی دلیل اس مسئلہ کی مؤید ہے۔ کیونکہ ((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَاتِ)) کے الفاظ مطلق اعمال پر دلالت کر رہے ہیں' اس سے کوئی عبادت بھی (چاہے وہ بالواسطہ ہو یا بذات خود عبادت) مستثنیٰ نہیں ہے۔

روزے میں نیت احناف کے ہاں بھی ضروری ہے مگر مروجہ نیت من گھڑت اور خود ایجاد کردہ ہے۔ چنانچہ احادیث مبارکہ سے جو بات ثابت ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ نیت زبان سے نہیں ہوتی بلکہ اس کا محل دل ہے۔ دل سے نیت ضروری ہے۔ اس بات کی شہادت فقہ کی معتبر کتب میں بھی موجود ہے کہ نیت کا محل دل ہے زبان نہیں۔ لیکن اگر یہ الفاظ زبان سے ادا کر بھی لیے جائیں تو نیت' نیت نہیں رہتی بلکہ کلام بن جاتی ہے' جس کا جواز کہیں موجود نہیں ہے۔ جملہ عبادات مثلاً: طہارت' نماز' روزہ' حج اور زکوٰۃ وغیرہ میں بالاتفاق نیت کی جگہ دل ہے زبان نہیں۔

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَالشَّرْعُ خَصَّصَهُ بِالْاِرَادَةِ الْمُتَوَاجِهَةِ نَحْوَ الْفِعْلِ لِابْتِغَاءِ رِضَاءِ اللّٰهِ وَ امْتِثَالِ حُكْمِهِ)) [فتح الباری]

''شریعت نے نیت کے لفظ کو اللہ تعالیٰ کی رضا کے لیے کسی کام کے ارادے کے لیے خاص کیا ہے۔''

معلوم ہوا کہ اعمال میں اعتبار قلبی نیت کا ہوگا' اگر اس کے خلاف زبان سے کچھ کہے تو اعتبار محض لفظوں کا نہیں ہوگا۔ اگر محض زبان سے نیت کرے مگر دل میں نہ ہو تو بالاتفاق یہ ناجائز ہے کیونکہ نیت تو قصد وعزم کا نام ہے۔ لہٰذا روزہ دار اور نمازی کو روزہ رکھنے اور نماز شروع کرنے سے پہلے الفاظ کے ساتھ نیت کرنے کی کوئی ضرورت نہیں' بلکہ لفظی نیتیں بدعت اور من گھڑت ہیں' جس کے بارے میں رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے:

''ہر گھڑی ہوئی چیز بدعت ہے اور ہر بدعت گمراہی ہے اور ہر گمراہی دوزخ میں لے جانے والی ہے۔''[1]

---

[1] نسائی کتاب صلاۃ العیدین: باب کیف الخطبۃ (۱۵۷۹)

معزز قارئین!...... نماز اور روزہ دونوں ہی اہم ترین عبادتیں ہیں' لیکن اگر ان کو بھی بدعات سے نہ بچایا گیا اور اہل بدعت کے حربے کو ناکام نہ بنایا گیا تو پھر ہماری کوئی عبادت بھی اللہ تعالیٰ کے ہاں قابل قبول نہ ہوگی۔

لہٰذا روزے سے پہلے بول کر نیت کرنے کی کوئی وقعت نہیں' صرف دل ہی میں پختہ ارادے کے ساتھ روزے کی نیت کر لینا قابل قبول ہوگا۔

روزے کا اجر ضائع کر دینے والے اعمال

یہ وہ اعمال ہیں جن کے کرنے سے روزے کا اجر ضائع ہو جاتا ہے۔

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ لَمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ))[1]

''جس آدمی نے روزے کی حالت میں جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہ کیا تو اللہ وحدہ لاشریک لہ کو اس کا کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی حاجت نہیں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((وَاِذَا كَانَ يَوْمُ صَوْمِ اَحَدِكُمْ فَلَا يَرْفُثْ وَلَا يَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْيَقُلْ اِنِّیْ امْرُءٌ صَائِمٌ))[2]

''جب تم میں سے کوئی روزہ دار ہو تو وہ شہوت انگیز گفتگو نہ کرے اور نہ شوروغوغا سے کام لے' اگر اسے کوئی گالی گلوچ کرے یا اس سے لڑائی کرے تو کہہ دے: ''میں روزہ دار ہوں۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((كَمْ مِّنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الظَّمَأُ وَكَمْ مِّنْ قَائِمٍ لَيْسَ

---

[1] بخاری' کتاب الصوم: باب من لم یدع قول الزور والعمل به فی الصوم (۱۹۰۳)

[2] بخاری' کتاب الصوم: باب هل یقول انی صائم اذا شتم (۱۹۰۴) مسلم کتاب الصیام باب

فضل الصیام (۱۱۵۱)

لَهٗ مِنْ قِيَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ)) [1]

''کتنے روزے دار ایسے ہیں جنہیں اپنے روزہ سے پیاس کے سوا کچھ نہیں ملتا اور کتنے ہی قیام کرنے والے ایسے ہیں جنہیں اپنے قیام سے بیداری کے سوا کچھ نہیں ملتا۔''

مذکورہ بالا صحیح احادیث سے معلوم ہوا کہ روزہ دار کو حالت روزہ میں گالی گلوچ، بدکلامی، فحش گوئی، تہمت طرازی، عیب جوئی، دروغ گوئی، جھوٹ کی اشاعت، جھوٹ پر عمل، کذب بیانی، غیبت اور دیگر شیطانی امور سے اجتناب از حد ضروری ہے وگرنہ روزے کا کوئی فائدہ نہ ہوگا۔ جو آدمی بھوکا پیاسا رہ کر امور بالا کا مرتکب ہوگا اس کا روزہ نہیں بلکہ فاقہ ہوگا۔

اسی طرح شب زندہ دار ہو کر اخلاق رذیلہ کا پیکر بنے اور برے اعمال کا مرتکب ہو تو اسے رات کی بیداری کے سوا کچھ حاصل نہ ہوگا۔ ہمارے ملکی اخبارات و جرائد کے ایڈیٹر حضرات کو بھی سوچنا چاہیے جو جھوٹ کی اشاعت اور جرائم کو ہوا دینے سے رمضان المبارک میں بھی باز نہیں آتے اور تقریباً تمام اخبارات فاحشہ اور بدکار عورتوں کی تصاویر نمایاں طور پر شائع کرتے ہیں۔ اگر حالت روزہ میں ایسے امور سے اجتناب نہ کیا گیا تو روزے کا کوئی فائدہ نہیں۔



---

[1] دارمی (۲۷۳۳) احمد (۳۷۳۲) حاکم (۱/ ۱۳۱) بیهقی (۴/ ۲۷۰) شرح السنة (۶/ ۲۴۷) ابن ماجه كتاب الصيام۔ باب ما جاء فی الغيبة (۱۶۹۰)

مباحات' مفسدات اور ممنوعاتِ روزہ

مباحات روزہ

یعنی وہ امور جو روزے کی حالت میں سرانجام دینے جائز ہیں اور ان کے کرنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا:

(۱) مسواک کرنا:

رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((لَوْ لَا اَنْ اَشُقَّ عَلٰی اُمَّتِیْ لَاَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ عِنْدَ كُلِّ وُضُوْءٍ))[1]

''اگر میری امت پر مشقت نہ ہوتی تو میں انہیں ہر وضوء کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔''

امام بخاری رحمہ اللہ اس سے استدلال کرتے ہوئے کہتے ہیں: اس میں رسول اللہ ﷺ نے دوسروں سے روزہ دار کی کوئی تخصیص نہیں کی ہے۔

(۲) غسل کرنا:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا كَانَ النَّبِیُّ ﷺ يُدْرِكُهُ الْفَجْرُ فِیْ رَمَضَانَ مِنْ غَيْرِ حُلُمٍ فَيَغْتَسِلُ وَيَصُوْمُ))[2]

---

[1] بخاری کتاب الصوم۔ باب سواك الرطب واليابس للصائم

[2] بخاری۔ کتاب الصوم باب اغتسال الصائم رقم ۱۹۳۰۔
مسلم۔ کتاب الصیام باب صحة صوم من طلع عليه الفجر وهو جنب (۱۱۰۹)

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ رمضان میں فجر کو اس حال میں پاتے کہ آپ ﷺ اپنے جماع کے سبب جنبی ہوتے پس پھر غسل کرتے اور روزے رکھتے تھے۔“

③ بیوی کا بوسہ لینا اگر اپنے اوپر قابو رکھ سکے

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يُقَبِّلُ وَيُبَاشِرُ وَهُوَ صَائِمٌ وَكَانَ اَمْلَكَكُمْ لِاِرْبِهِ))[1]

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ نبی ﷺ بوسہ لیتے اور مباشرت کرتے اس حال میں کہ آپ ﷺ روزے سے ہوتے اور آپ ﷺ تم سب سے زیادہ اپنی خواہشات پر قابو رکھنے والے تھے۔“

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ اِنْ كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لَيُقَبِّلُ بَعْضَ اَزْوَاجِهٖ وَهُوَ صَائِمٌ))[2]

”سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا فرماتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ اپنی بعض ازواج کا روزہ دار ہونے کے باوجود بوسہ لے لیا کرتے تھے۔“

④ بھول کر کھا پی لینا:

((عَنْ اَبِيْ هُرَيْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ اِذَا نَسِيَ فَاَكَلَ وَشَرِبَ فَلْيُتِمَّ صَوْمَهٗ فَاِنَّمَا اَطْعَمَهُ اللّٰهُ وَسَقَاهُ))[3]

”سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا کہ جب کوئی بھول کر کچھ کھا پی لے تو اسے چاہیے کہ اپنا روزہ پورا کرے۔“

---

[1] بخاری۔ کتاب الصوم باب المباشرۃ للصائم رقم ۱۹۲۷

[2] بخاری۔ کتاب الصوم باب القبلۃ للصائم رقم ۱۹۲۸

مسلم۔ کتاب الصیام باب بیان ان القبلۃ ی الصوم لیست محرمۃ (۱۱۰۶)

[3] بخاری۔ کتاب الصوم اذا اکل او شرب ناسیا رقم ۱۹۳۳

مسلم۔ کتاب الصیام۔ باب اکل النسی وشربہ (۱۱۵۵)

⑤ سحری کھا کر غسل جنابت کرنا:

((اِنَّ عَائِشَةَ وَ اُمَّ سَلِمَةَ اَخْبَرَتَاهُ اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ کَانَ یُدْرِکُهُ الْفَجْرُ وَهُوَ جُنُبٌ مِنْ اَهْلِهٖ ثُمَّ یَغْتَسِلُ وَیَصُوْمُ))[1]

''سیدہ عائشہ اور ام سلمہ رضی اللہ عنہما بیان کرتی ہیں کہ نبی ﷺ فجر کو پاتے اس حال میں کہ آپ ﷺ اپنے اہل کے ساتھ جنبی ہوتے تھے پھر آپ ﷺ غسل کرتے اور آپ ﷺ روزے سے ہوتے تھے۔''

⑥ سینگی لگوانا یعنی بطور علاج جسم سے خون نکلوانا

((عَنِ ابْنِ عَبَّاسٍ رضی اللہ عنہما اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ احْتَجَمَ وَهُوَ مُحْرِمٌ وَاحْتَجَمَ وَهُوَ صَائِمٌ))[2]

''ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ نبی ﷺ نے احرام اور روزے کی حالت میں سینگی لگوائی۔''

⑦ قے (Vomting) آجانا:

((عَنْ عُمَرَ بْنِ الْحَکَمِ بْنِ ثَوْبَانَ سَمِعَ اَبَا هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اِذَا قَاءَ لَا یُفْطِرُ اِنَّمَا یُخْرِجُ وَلَا یُوْلِجُ))[3]

''عمر بن حکم بن ثوبان نے سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے سنا کہ جب کوئی قے کرے تو روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس سے تو چیز باہر آتی ہے اندر نہیں جاتی۔''

---

[1] بخاری۔ کتاب الصوم باب الصائم یصبح جنبا رقم ۱۹۲۵/ ۱۹۲۶
مسلم۔ کتاب الصیام باب صحة صوم مناطلع علیه الفجر وهو جنب (۱۱۰۹)

[2] بخاری۔ کتاب الصوم باب الحجامة والقی للصائم رقم ۱۹۳۸

[3] بخاری۔ کتاب الصوم باب الحجامة والقئی للصائم ص ۳۸۳ طبع دار السلام

⑧ کنگھی کرنا اور تیل لگانا:

⑨ سرمہ لگانا:

((لَمْ یَرَ اَنَسٌ وَالْحَسَنُ وَاِبْرَاهِیْمُ بِالْکُحْلِ لِلصَّائِمِ بَاْسًا))[1]

''سیدنا انس رضی اللہ عنہ حسن اور ابراہیم نے کہا روزہ دار کے لیے سرمہ لگانا درست ہے۔''

⑩ بھیگا ہوا کپڑا سر پر ڈالنا

((وَبَلَّ ابْنُ عُمَرَ رضی اللہ عنہما ثَوْبًا فَاَلْقَاهُ عَلَیْهِ وَهُوَ صَائِمٌ))[2]

''سیدنا عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما نے ایک کپڑا تر کر کے اپنے جسم پر ڈالا حالانکہ وہ روزے سے تھے۔''

⑪ ہنڈیا سے نمک وغیرہ چکھنا

((قَالَ ابْنُ عَبَّاسٍ لَا بَاْسَ اَنْ یَتَطَعَّمَ الْقِدْرَ اَوِ الشَّیْءَ))[3]

''سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں کہ ہانڈی یا کسی چیز کا ذائقہ معلوم کرنے میں کوئی حرج نہیں۔''

⑫ حلق میں مکھی وغیرہ کا داخل ہو جانا:

((قَالَ الْحَسَنُ اِنْ دَخَلَ حَلْقَهُ الذُّبَابُ فَلَا شَیْءَ عَلَیْهِ))[4]

''حسن رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ اگر کسی کے حلق میں مکھی داخل ہو جائے تو اس کا روزہ نہیں ٹوٹتا۔''

---

[1] بخاری۔ کتاب الصوم باب اغتسال الصائم ص۳۸۰

[2] بخاری۔ کتاب الصوم باب اغتسال الصائم ص۳۸۰

[3] بخاری۔ کتاب الصوم باب اغتسال الصائم ص۳۸۰

[4] بخاری۔ کتاب الصوم باب الصائم اذا اکل او شرب ناسیا ص۳۸۱

ممنوعات روزہ

۱ جھوٹ اور برے اعمال:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم مَنْ لَمْ یَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهٖ فَلَیْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِیْ اَنْ یَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ))[1]

''سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا کہ اگر کوئی شخص روزہ کی حالت میں جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہیں کرتا تو اللہ کو اس کے کھانا پینا چھوڑ دینے کی کوئی ضرورت نہیں۔''

۲ مبالغے سے ناک میں پانی چڑھانا:

((عَنْ لَقِیْطِ بْنِ صَبِرَةَ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم بَالِغْ فِی الْاِسْتِنْشَاقِ اِلَّا اَنْ تَکُوْنَ صَائِمًا))[2]

''سیدنا لقیط بن صبرہ رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ناک میں پانی چڑھانے میں مبالغہ سے کام لیں البتہ روزے کی حالت میں مبالغہ نہ کریں۔''

۳ شہوت انگیز گفتگو کرنا اور شور وغوغا:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ یَقُوْلُ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ صلی اللہ علیہ وسلم وَاِذَا کَانَ یَوْمُ صَوْمِ اَحَدِکُمْ فَلَا یَرْفُثْ وَلَا یَصْخَبْ فَاِنْ سَابَّهٗ اَحَدٌ اَوْ قَاتَلَهٗ فَلْیَقُلْ اِنِّیْ امْرُؤٌ صَائِمٌ))[3]

---

[1] بخاری۔ کتاب الصوم باب من لم یدع قول الزور والعمل به (۱۹۰۳)

[2] ابو داؤد۔ کتاب الصیام۔ باب الصائم یصب علیه الماء من العطش (۲۳۶۶)ض ترمذی کتاب الصوم۔ باب ما جاء فی کراهیة مبالغة الاستنشاق الصائم (۷۸۸) نسائی کتاب الطهارة باب المبالغة فی الاستنشاق (۸۷)

[3] بخاری۔ کتاب الصوم باب هل یقول انی صائم اذا شتم (۱۹۰۴) مسلم۔ کتاب الصیام باب حفظ اللسان للصائم (۱۱۵۱)

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا جب کوئی روزے سے ہو تو فحش گوئی اور شور و غوغا نہ کرے۔ اگر کوئی شخص اس کو گالی دے یا لڑنا چاہے تو اس کا جواب صرف یہ ہو کہ ''میں روزے دار آدمی ہوں۔''

۴ بیوی سے بغل گیر ہونا:

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ اَنَّ رَجُلاً سَاَلَ النَّبِیَّ ﷺ عَنِ الْمُبَاشَرَةِ لِلصَّائِمِ رَخَّصَ لَهُ وَاَتَاهُ آخَرُ فَسَاَلَهُ فَنَهَاهُ فَاِذَا الَّذِیْ رَخَّصَ لَهُ شَیخ وَاِذَا الَّذِیْ نَهَاهُ شَابٌّ))[1]

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ایک شخص نے نبی ﷺ سے روزے دار کے لیے بغل گیر ہونے کے بارے میں دریافت کیا آپ ﷺ نے اس کو اجازت دے دی۔ اور ایک دوسرا شخص آیا اس نے پوچھا آپ ﷺ نے اس کو اجازت نہ دی جس کو اجازت دی تھی وہ بوڑھا تھا اور جس کو اجازت نہ دی وہ جوان تھا۔''

مفسداتِ روزہ

وہ امور جن سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے:

۱ قصداً قے کرنا

((عَنْ اَبِیْ هُرَیْرَةَ رضی اللہ عنہ قَالَ قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ مَنْ ذَرَعَهُ الْقَیْءُ وَهُوَ صَائِمٌ فَلَیْسَ عَلَیْهِ قَضَاءٌ وَمَنِ اسْتَقَاءَ عَمْدًا فَلْیَقْضِ))[2]

''سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: جس شخص پر

---

[1] ابو داؤد۔ کتاب الصیام باب کراھیة للشاب ۲۳۸۷

[2] ابو داؤد۔ کتاب الصیام۔ باب الصائم۔ یستقیء عامدا (۲۳۸۰) ترمذی کتاب الصوم۔ باب ما جاء فیمن استقاء عمدا (۷۲۰) ابن ماجه۔ کتاب الصیام باب ما جاء فی الصائم القی (۱۶۷۶)

قے غالب آ گئی اور اس نے قے کر دی اس حال میں کہ وہ روزے سے تھا تو اس پر قضاء نہیں اور جس نے ارادتاً قے کی وہ روزے کی قضاء دے۔"

۲ جان بوجھ کر کھانا پینا:

اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَكُلُوا وَاشْرَبُوا حَتَّى يَتَبَيَّنَ لَكُمُ الْخَيْطُ الْأَبْيَضُ مِنَ الْخَيْطِ الْأَسْوَدِ مِنَ الْفَجْرِ ثُمَّ أَتِمُّوا الصِّيَامَ إِلَى اللَّيْلِ﴾ (البقرہ : ۲/ ۱۸۷)

"تم کھاتے پیتے رہو یہاں تک کہ صبح کا سفید دھاگہ سیاہ دھاگے سے ظاہر ہو جائے پھر رات تک روزے کو پورا کرو۔"

۳ جماع کرنا:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا تَقُوْلُ اَنَّ رَجُلاً اَتَى النَّبِيَّ ﷺ فَقَالَ اِنَّهُ احْتَرَقَ قَالَ مَالَكَ؟ قَالَ اَصَبْتُ اَهْلِيْ فِيْ رَمَضَانَ فَأُتِيَ النَّبِيُّ ﷺ بِمِكْتَلٍ يُدْعَى الْعَرَقَ فَقَالَ اَيْنَ الْمُحْتَرِقُ قَالَ اَنَا قَالَ تَصَدَّقْ هٰذَا))[1]

"سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ ایک شخص آپ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا اور عرض کی کہ میں دوزخ میں جل گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا بات ہے؟ اس نے کہا: رمضان میں نے (روزے کی حالت میں) اپنی بیوی سے ہم بستری کر لی تھوڑی دیر بعد میں آپ ﷺ میں ایک کھجور کا تھیلا جس کا نام عرق تھا آیا تو آپ ﷺ نے فرمایا: دوزخ میں جلنے والا کہاں ہے؟ اس نے کہا: حاضر ہوں! تو آپ ﷺ نے فرمایا: اس کو لے لو اور صدقہ کر دو۔"

۴ حیض ونفاس:

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا: عورتوں کی

[1] بخاری۔ کتاب الصوم باب اذا جامع فی رمضان (۱۹۳۵) مسلم۔ کتاب الصیام۔ باب تغلیظ تحریم الجماع فی نہار رمضان (۱۱۱۲)

جماعت صدقہ کرو کیونکہ میں نے جہنم میں تم کو زیادہ دیکھا ہے۔ انہوں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ایسا کیوں ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: تم لعن طعن بہت کرتی ہو اور شوہر کی ناشکری کرتی ہو باوجود عقل اور دین میں ناقص ہونے کے میں نے تم سے زیادہ کسی کو بھی ایک عقلمند اور تجربہ کار آدمی کو دیوانہ بنا دینے والا نہیں دیکھا۔ عورتوں نے کہا کہ ہمارے دین اور عقل میں نقصان کیا ہے؟ آپ ﷺ نے فرمایا: کیا عورت کی گواہی مرد کی گواہی سے نصب نہیں؟ انہوں نے کہا: جی ہاں ایسا ہی ہے۔ آپ ﷺ نے فرمایا: بس یہی اس کی عقل کا نقصان ہے۔ پھر آپ نے کہا: ایسا ہی ہے۔ آپ نے فرمایا: یہی اس کے دین کا نقصان ہے۔[1]

روزے کا کفارہ

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نبی ﷺ کی خدمت میں تھے کہ ایک شخص آیا اور کہا: اے اللہ کے رسول! میں تو تباہ ہو گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا بات ہوئی ہے؟ اس نے کہا: میں نے روزہ کی حالت میں اپنی بیوی سے جماع کر لیا ہے۔ اس پر رسول اللہ ﷺ نے پوچھا: کیا تمہارے پاس کوئی غلام ہے جسے تم آزاد کر سکو؟ اس نے کہا: نہیں۔ پھر آپ ﷺ نے پوچھا: کیا پے در پے دو مہینے کے روزے رکھ سکتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: کیا تم ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلانے کی طاقت رکھتے ہو؟ اس نے کہا: نہیں۔ پھر نبی ﷺ تھوڑی دیر کے لیے ٹھہر گئے، ہم بھی اپنی اسی حالت میں بیٹھے ہوئے تھے کہ آپ ﷺ کی خدمت میں ایک بڑا تھیلا پیش کیا گیا، جس کا نام عرق تھا، اس میں کھجوریں تھیں۔ آپ ﷺ نے پوچھا: سائل کہاں ہے؟ اس نے کہا: حاضر ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: اسے لے لو اور صدقہ کر دو۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول! میں اپنے سے زیادہ محتاج پر بھروسہ کر دوں۔ اس پر نبی ﷺ اس قدر ہنسے کہ آپ ﷺ کے آگے کے دانت دیکھے جا سکے۔ پھر آپ ﷺ نے فرمایا: اچھا جاؤ، اسے اپنے ساتھ لے جاؤ اور اپنے گھر

[1] بخاری کتاب الحیض باب ترك الحائض الصوم ۳۰۴

والوں کو بھی کھلاؤ۔[1]

روزے کی رخصت

یعنی ایسے امور جن کے پیش آ جانے سے روزے ترک کر سکتے ہیں:

① بیماری اور سفر

﴿فَمَنْ كَانَ مِنْكُمْ مَّرِيْضًا اَوْ عَلٰى سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ﴾ (البقرۃ: ۲/ ۱۸۴)

''پس تم میں سے جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو وہ اور دنوں میں گنتی کو پورا کرے۔''

② حمل ورضاعت

سیدنا انس بن مالک جو بنی عبداللہ بن کعب کے قبیلہ سے تعلق رکھتے تھے' فرماتے ہیں: رسول کے لشکر نے ہم پر حملہ کر دیا تو میں رسول اللہ ﷺ کی خدمت میں حاضر ہوا۔ آپ ﷺ دوپہر کا کھانا تناول فرما رہے تھے۔ مجھے فرمایا: قریب آؤ اور کھانا کھاؤ میں نے کا میں روزے سے ہوں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: قریب آؤ میں تجھے روزے کے بارے بتاتا ہوں بے شک اللہ نے مسافر سے آدھی نماز معاف کی ہے اور حاملہ اور دودھ پلانے والی سے روزہ۔ اللہ کی قسم! آپ ﷺ نے دونوں کا ذکر کیا یا دونوں میں سے ایک کا۔ مجھے افسوس ہے کہ میں نے رسول اللہ ﷺ کے کھانے سے کیوں نہیں کھایا![2]

③ شیخ فانی یعنی وہ بوڑھا آدمی جو ضعف کی بنا پر روزہ نہ رکھ سکے۔

﴿وَ عَلَى الَّذِيْنَ يُطِيْقُوْنَهٗ فِدْيَةٌ طَعَامُ مِسْكِيْنٍ فَمَنْ تَطَوَّعَ خَيْرًا فَهُوَ خَيْرٌ لَّهٗ وَ اَنْ تَصُوْمُوْا خَيْرٌ لَّكُمْ اِنْ كُنْتُمْ تَعْلَمُوْنَ﴾ (بقرہ: ۲/ ۱۸۴)

---

[1] بخاری۔ کتاب الصوم۔ اب اذا جامعع فی رمضان ولم یکن له شیء (۱۹۳۶) مسلم۔ کتاب الصیام۔ باب تغلیظ تحریم الجماع فی نهار رمضان (۱۱۱۱)

[2] ترمذی۔ کتاب لاصوم باب ما جاء فی الرخصة فی الافطار اللحبلی والمرضع رقم ۷۱۵ ابوداؤد۔ کتاب الصیام باب اختیار الفطر

''اور جو (بیماری یا بڑھاپے) کی وجہ سے روزہ نہ رکھ سکیں وہ فدیہ میں ایک مسکین کو کھانا دیں پھر جو شخص نیکی میں سبقت کرے (جو خوشی سے ایک مسکین کو کھلائے دو یا تین مسکینوں کو کھانا کھلا دے) وہ اس کے لیے بہتر ہے۔ لیکن تمہارے حق میں بہتر کام روزے رکھنا ہی ہے اگر تم جانو۔''

سیدنا ابن عباس بیان کرتے ہیں کہ اس آیت سے شیخ فانی اور مریض جو شفاء یاب ہونے کی امید چھوڑ بیٹھا ہے، رخصت مراد ہے۔[1]



---

[1] دارقطنی ۲/ ۲۰۵ منتقی لابن جارود ۳۸۱ شرح السنة باب الرخصه فی الافطار للعامل والمرضع ۲/ ۳۱۶_۳۱۷

بعض مخصوص افراد کے روزوں کے احکام ومسائل

جس شخص کے ذمہ رمضان کے روزوں کی قضاء ہو اس کے لیے نفلی روزے مثلاً شوال کے چھ روزے، عشرہ ذی الحجہ کے روزے اور عاشوراء کا روزہ رکھنا ضروری نہیں۔

کیونکہ جس کے ذمہ رمضان کے روزوں کی قضاء ہو علماء کے صحیح ترین قول کے مطابق نفلی روزوں سے پہلے اس پر رمضان کے روزوں کی قضا واجب ہے، کیونکہ فرائض نوافل سے اہم ہیں۔[1]

روزہ میں بھول کر کھانا پینا

جو شخص روزہ کی حالت میں بھول کر کچھ کھا پی لے ایسے شخص پر حرج نہیں اور اس کا روزہ صحیح ہے، کیونکہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد ہے:

﴿رَبَّنَا لَا تُؤَاخِذْنَآ إِن نَّسِينَآ أَوْ أَخْطَأْنَا﴾ (البقرة: ۲/ ۲۸۶)

''اے ہمارے رب! ہم اگر بھول گئے یا غلطی کر بیٹھے تو ہماری گرفت نہ کر۔''

نیز سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جس نے روزہ کی حالت میں بھول کر کچھ کھا لیا یا پی لیا، وہ اپنا روزہ پورا کرلے کیونکہ اسے اللہ نے کھلایا پلایا ہے۔''[2]

رسول اللہ ﷺ کی حدیث ہے:

---

[1] مجموع فتاویٰ لابن باز: (۱۵/ ۳۹۲)

[2] بخاری كتاب الصوم: باب الصائم اذا اكل او شرب ناسيا (۱۹۳۳)، مسلم۔ كتاب الصيام۔ باب اكل الناس وشربه (۱۱۵۵) مستدرك حاكم: (۱/ ۴۳۰)

''جس نے رمضان میں بھول کر روزہ توڑ دیا تو اس پر نہ قضا ہے نہ کفارہ۔''[1]
اس حدیث کو امام حاکم نے نقل کیا ہے اور صحیح قرار دیا ہے۔ اس حدیث کے الفاظ میں جماع اور دیگر تمام مفطرات شامل ہیں۔

تارک نماز کے روزے کا حکم

صحیح بات یہ ہے کہ عمداً نماز ترک کرنے والا کافر ہے' لہٰذا جب تک وہ اللہ تعالیٰ سے توبہ نہ کر لے اس کا روزہ اور اسی طرح دیگر عبادات درست نہیں' کیونکہ اللہ عزوجل کا ارشاد ہے:

﴿وَلَوْ اَشْرَكُوْا لَحَبِطَ عَنْهُمْ مَّا كَانُوْا يَعْمَلُوْنَ﴾ (الانعام : ۶/ ۸۸)

''اور اگر انہوں نے شرک کیا ہوتا تو وہ سب اکارت ہو جاتا جو وہ کرتے تھے۔''

نیز اس معنی کی دیگر آیات اور احادیث بھی تارک نماز کے اعمال اکارت ہو جانے کی دلیل ہیں۔ لیکن کچھ اہل علم اس طرف گئے ہیں کہ تارک نماز اگر نماز کی فرضیت کا معترف ہے لیکن سستی و بے پروائی کی وجہ سے نماز چھوڑتا ہے' تو اس کا روزہ اور دیگر عبادات برباد نہیں ہوں گی' لیکن پہلا قول ہی زیادہ صحیح ہے' یعنی عمداً نماز ترک کرنے والا کافر ہے' بھلے وہ نماز کی فرضیت کا معترف ہو' کیونکہ اس قول پر بے شمار دلائل موجود ہیں' انہی دلائل میں سے رسول اللہ ﷺ کا یہ ارشاد گرامی بھی ہے:

''بندہ کے درمیان اور کفر و شرک کے درمیان بس نماز چھوڑنے کا فرق ہے۔''[2]

اور آپ ﷺ نے مزید فرمایا:

''ہمارے اور ان (کافروں) کے درمیان جو معاہدہ ہے وہ نماز ہے' تو جس نے نماز چھوڑ دی اس نے کفر کیا۔''[3]

---

[1] مستدرك حاكم (۱/ ۴۳۰) سنن كبرىٰ بيهقى (۴/ ۲۲۹) سنن الدار قطنى (۲/ ۱۷۸)
[2] مسلم' كتاب الايمان: باب بيان اطلاق اسم الكفر (۸۲)
[3] ترمذى' كتاب الايمان: باب ما جآء فى ترك الصلاة (۲۶۲۱) ابن ماجه- كتاب اقامة ←

اس حدیث کو امام احمدؒ ابوداوٗدؒ نسائیؒ ترمذی اور ابن ماجہ نے بریدہ بن حصیب اسلمی رضی اللہ عنہ کے طریق سے صحیح سند کے ساتھ روایت کیا ہے۔

جھوٹ بولنے والے کا روزہ

روزے کی حالت میں جھوٹ بولنے والے یا جھوٹی باتوں پر عمل کرنے والے کا روزہ ضائع ہو جاتا ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((مَنْ لَّمْ يَدَعْ قَوْلَ الزُّوْرِ وَالْعَمَلَ بِهِ فَلَيْسَ لِلّٰهِ حَاجَةٌ فِيْ اَنْ يَّدَعَ طَعَامَهٗ وَشَرَابَهٗ))[1]

''جس آدمی نے روزے کی حالت میں جھوٹ بولنا اور اس پر عمل کرنا ترک نہ کیا تو اللہ کو اس کے کھانا پینا چھوڑنے کی کوئی حاجت نہیں۔''

اسی طرح سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ سے ایک اور حدیث میں ذکر ہے کہ آپ ﷺ نے فرمایا:

((كَمْ مِنْ صَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ صِيَامِهٖ اِلَّا الظَّمَأُ وَكَمْ مِّنْ قَائِمٍ لَيْسَ لَهٗ مِنْ قِيَامِهٖ اِلَّا السَّهَرُ))[2]

''کتنے ہی روزہ دار ایسے ہیں جنہیں اپنے روزے سے پیاس کے سوا کچھ حاصل نہیں اور کتنے ہی قیام کرنے والے ایسے ہیں جنہیں اپنے قیام سے بیداری کے سوا کچھ حاصل نہیں ہوتا۔''

← الصلاۃ۔ باب ما جاء فیمن ترک الصلاۃ (۱۰۷۹) نسائی۔ کتاب الصلاۃ باب الحکم فی ترک الصلاۃ (۴۶۴) مسند احمد (۵/ ۳۴۶)

اس بارے میں امام ابن قیم رحمہ اللہ نے نماز کے احکام اور نماز چھوڑنے کے احکام پر مشتمل ایک مستقل رسالہ ''حکم تارک الصلاۃ'' میں سیر حاصل گفتگو کی ہے یہ رسالہ بڑا مفید اور قابل مطالعہ ہے اس سے استفادہ کرنا چاہیے۔

[1] صحیح بخاری کتاب الصوم: باب من لم یدع قول الزور والعمل به (۱۹۰۳)

[2] ابن ماجه۔ کتاب الصیام۔ باب ما جاء فی الغیبة والرفث للصائم (۱۶۹۰) سنن الدارمی کتاب الرقاق (۲۷۲۳)

مذکورہ احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ روزہ دار آدمی کو حالت روزہ میں گالی گلوچ' تہمت طرازی' عیب جوئی' جھوٹ پر عمل اور اس کی اشاعت وغیرہا جیسے اعمال قبیحہ سے مکمل اجتناب کرنا چاہیے ورنہ اسے روزے سے سوائے فاقہ کے کچھ حاصل نہ ہوگا' اللہ کریم کو وہی روزہ قبول ہوگا جو منع کیے گئے کاموں سے بچایا ہوا ہوگا۔

ہوائی سفر کرنے والا کب افطاری کرے

سوال: اگر کوئی روزہ دار سورج غروب ہونے سے ایک گھنٹہ قبل یا اس سے کم وقت میں ہوائی جہاز میں سفر کرتا ہے اور وہ شہر سے دور بھی ہو جاتا ہے تو اس صورت میں روزہ کس وقت افطار کیا جائے گا؟

جواب: اگر روزہ دار جہاز میں سورج غروب ہونے سے ایک گھنٹہ یا کم وبیش وقت قبل سوار ہوا ہے تو وہ جہاز میں اس وقت تک افطار نہیں کرے گا جب تک وہ سورج کو غروب ہوتا نہ دیکھ لے یا سورج غروب ہو جائے یا وہ کسی ایسے شہر میں اترے جہاں سورج غروب ہو چکا ہے۔ اس کی دلیل میں سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ سے مروی حدیث ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

((اِذَا أَقْبَلَ اللَّيْلُ مِنْ هٰهُنَا وَأَدْبَرَ النَّهَارُ مِنْ هٰهُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فَقَدْ أَفْطَرَ الصَّائِمُ))[1]

''جب رات اس سمت سے آئے اور دن اس سمت سے چلا جائے اور سورج غروب ہو جائے تو اس وقت روزہ دار روزہ افطار کر لے۔''

اور صحیح مسلم میں ہے: عبداللہ بن ابی اوفی رضی اللہ عنہ فرماتے ہیں: ''ہم رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے ساتھ رمضان میں سفر میں تھے کہ جب غروب شمس ہونے کے قریب ہوگیا تو آپ نے ارشاد فرمایا: ''اے فلاں! سواری سے نیچے اتر کر ہمارے لیے ستو تیار کرو۔''

---

[1] بخاری' کتاب الصوم: باب متی یحل فطر الصائم (۱۹۵۴) مسلم۔ کتاب الصیام۔ باب بیان وقت انقضاء الصوم (۱۱۰۰)

تو اس نے کہا: ''ابھی تو دن باقی ہے (یعنی ابھی سورج غروب نہیں ہوا)۔'' آپ ﷺ نے پھر فرمایا: ''نیچے اتر کر ستو تیار کرو' پس اس نے نیچے اتر کر ستو تیار کیے اور نبی اکرم ﷺ کے پاس لے کر آیا تو نبی اکرم ﷺ نے وہ پیے اور ہاتھ کے ساتھ اشارہ کرتے ہوئے فرمایا: ''جب سورج اس سمت سے غائب ہو جائے اور رات اس سمت سے آ جائے تو روزہ دار روزہ افطار کر لے۔''[1]

صحیح بخاری کی ایک اور روایت میں ہے کہ نبی اکرم ﷺ نے ارشاد فرمایا: ''جب تم رات کو اِس سمت سے آتا دیکھو تو اس وقت روزہ دار روزہ افطار کر لے۔''[2]

حافظ ابن حجر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''یعنی مشرق کی سمت سے دن آ جائے' اس کا مطلب یہ ہے کہ رات کا اندھیرا محسوس ہونے لگے۔''[3]

شیخ ابن باز رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

''جب جہاز ریاض سے غروب شمس سے پہلے مغرب کی جانب پرواز کر جائے تو آپ اس وقت تک روزے کی حالت میں ہوں گے جب تک سورج غروب نہ ہو جائے اور آپ اس وقت فضا میں ہوں' یعنی سورج غروب ہونے تک آپ افطار نہیں کر سکتے۔ یا دوسری صورت میں آپ کسی ایسے شہر میں اتر جائیں جہاں سورج غائب ہو چکا ہے۔''[4]

حاصل کلام یہ کہ جب تک سورج غروب نہ ہو جائے جہاز میں سوار صائم روزہ افطار نہیں کر سکتا۔ (واللہ اعلم!)

---

[1] بخاری- کتاب الصوم- باب الصوم فی السفر والافطار (۱۹۴۱) مسلم' کتاب الصیام: باب وقت انقضا الصوم وخروج النھار (۱۱۰۱)

[2] بخاری' کتاب الصوم: باب متی یحل فطر الصائم: (۱۹۵۵) مسلم- کتاب الصیام- باب بیان وقت انقضاء الصوم (۱۱۰۱)

[3] فتح الباری (۴/ ۲۵۰)

[4] مجموع فتاوی ومقالات: [(۱۵/ ۳۲۲)

آکسیجن اور روزہ

کسی ایسے مریض کو جسے سانس کی تکلیف ہو' آکسیجن وغیرہ گیس لگائی جاسکتی ہے جبکہ اسے سانس لینے میں تکلیف محسوس ہوتی ہے' اس عمل سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔

آکسیجن یا کوئی اور گیس جو سانس کے مریضوں کو لگائی جاتی ہے' اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا' جس کی وجوہ درج ذیل ہیں:

① یہ ایک ہوا ہے جو سانس کی بحالی کے لیے استعمال ہوتی ہے اور ہوا سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

② اس گیس یا آکسیجن میں کوئی غذائی مواد یا دوائی نہیں ہوتی جو جسم میں داخل ہو۔

ڈاکٹر محمد علی البار لکھتے ہیں: ''ایسی آکسیجن جو سانس کے مریضوں کو لگائی جاتی ہے۔ اس میں کوئی غذائی مواد یا دوائی نہیں ہوتی اور یہ زیادہ تر سانس کی بحالی کے لیے استعمال کی جاتی ہے اور ہوا میں سانس لینا انسانی زندگی کے لیے ضروری ہے اور ہوا کے جسم میں داخل ہونے سے روزے کے فاسد ہونے کا کوئی بھی قائل نہیں ہے۔''[1]

اسی طرح ڈاکٹر حسان شمسی پاشا لکھتے ہیں: ''جو آکسیجن سانس کے مریضوں کو لگائی جاتی ہے' اس میں کوئی غذائی اجزا یا دیگر جسم میں داخل ہونے والا مواد نہیں ہوتا اور یہ سانس کی بحالی کے لیے استعمال کی جاتی ہے جس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔''

حاصل کلام یہ ہے کہ اس طرح کی گیس وغیرہ کا استعمال روزے کو فاسد نہیں کرتا۔

(واللہ اعلم!)

مریض کا روزہ

روزے دار کے لیے اس کے مرض کے مطابق فیصلہ کیا' جاتا ہے یعنی بعض حالات میں اس کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہوتا ہے اور کبھی ناجائز' اسی طرح کبھی اس کے لیے روزہ

[1] مجلہ مجمع الفقہ الاسلامی (۱۰/ ۲/ ۲۴۰)

چھوڑنا واجب ہوتا ہے اور کبھی افضل۔ یہ مریض اور بیماری کے حساب سے حکم لگایا جاتا ہے۔

شیخ صالح العثیمین رحمہ اللہ فرماتے ہیں کہ بعض امراض سے روزہ متاثر نہیں ہوتا مثلاً: زکام یا ہلکا سردرد یا دانت کا درد اور اس جیسے دیگر امراض' ان امراض سے روزہ ترک کرنا حلال نہیں۔ اگرچہ بعض علماء اس آیت کریمہ: ﴿وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا﴾ کو سامنے رکھتے ہوئے ترک روزہ کو درست قرار دیتے ہیں' لیکن ہم کہتے ہیں بے شک یہ حکم معلل بعلۃ ہے' وہ یہ ہے کہ اگر روزہ ترک کرنے میں اس کے لیے آسانی ہو تو ہم کہیں گے کہ روزہ ترک کرنا افضل ہے اور اگر روزہ رکھنے سے اس کا مرض متاثر نہیں ہوگا تو اس پر روزہ رکھنا واجب ہے اور روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔

دوسری حالت یہ ہے کہ جب روزہ اس پر شاق ہو مگر اسے تکلیف نہ پہنچائے تو روزہ رکھنا یا ترک کرنا چاہے تو اس کی مرضی ہے۔

تیسری صورت یہ ہے کہ جب روزہ اس پر شاق ہو اور اسے ضرر پہنچنے کا اندیشہ ہو' مثلاً: مکمل بیمار آدمی یا شوگر کا مریض یا اس جیسے دیگر امراض ہوں تو اس صورت میں روزہ رکھنا حرام ہے۔

یعنی ایسا مرض جو ہلاکت کا سبب بنتا ہو خواہ وہ شوگر کا مرض ہو یا کوئی اور مرض ہو' مگر جب مریض کو اس کی بیماری سے کوئی نقصان پہنچنے کا اندیشہ نہ ہو جبکہ اسے کوئی مستند ڈاکٹر روزہ رکھنے کی اجازت بھی دے دے تو اس پر روزہ رکھنا ضروری ہے۔

بحری' بری اور فضائی سفر میں روزہ کی رخصت

ایسا شخص جس نے ہوائی جہاز یا گاڑی میں سفر کرنا ہے اور اسے مشقت کا کوئی احساس بھی نہیں ہوتا تو وہ روزہ ترک کرسکتا ہے۔

ایسے شخص کے لیے سفر میں روزہ ترک کرنا جائز ہے' خواہ سفر ہوائی جہاز میں ہو۔ اس لیے کہ روزہ ترک کرنے کی وجہ سفر میں مشقت نہیں بلکہ سفر ہی ہے' خواہ اسے سفر میں مشقت حاصل ہو یا نہ ہو۔ روزہ ترک کرنا اس کے لیے جائز ہے' اور قرآن وحدیث کے عمومی دلائل

اس پر موجود ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَنْ كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ (البقرۃ: ۲/ ۱۸۵)

''پس تم میں جو مریض ہو یا مسافر ہو تو وہ دیگر ایام میں روزوں کی گنتی مکمل کرے۔''

اس آیت کریمہ میں سفر کی وجہ سے روزہ ترک کرنے کا جواز ملتا ہے' اس میں مشقت کا ذکر نہیں ہے۔ نیز ایک حدیث ہے کہ محمد بن کعب رحمہ اللہ فرماتے ہیں: میں انس بن مالک رضی اللہ عنہ کے پاس رمضان میں آیا تو وہ سفر کی تیاری کر رہے تھے اور ان کی سواری اور سازو سامان تیار ہو چکا تھا۔ اسی اثنا میں انہوں نے کچھ کھایا تو میں نے ان سے پوچھا: ''کیا یہ عمل سنت ہے؟'' تو انہوں نے کہا: ''ہاں! سنت ہے۔'' پھر سواری پر سوار ہو گئے۔''[1]

اب سیدنا انس رضی اللہ عنہ اپنے گھر میں کوچ کرنے سے قبل ہی روزہ نہیں رکھ رہے۔ حالانکہ انہیں ابھی کوئی مشقت بھی نہیں پہنچی اور اس عمل کو نبی اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی طرف منسوب کر رہے ہیں۔

امام ترمذی رحمہ اللہ یہ حدیث درج کرنے کے بعد رقمطراز ہیں کہ اکثر اہل علم نے اس حدیث کو دلیل بنا کر یہ فرمایا ہے کہ مسافر کے لیے درست ہے کہ وہ گھر سے نکلنے سے پہلے ہی روزہ افطار کرے' مگر نماز اپنے شہر یا بستی سے نکلنے سے قبل قصر نہیں کر سکتا۔ یہی مذہب اسحاق بن ابراہیم الحنظلی یعنی اسحاق بن راہویہ کا بھی ہے۔

عبید بن جبیر رحمہ اللہ فرماتے ہیں: ''میں صحابی رسول ابو بصرہ غفاری رضی اللہ عنہ کے ساتھ ماہ رمضان میں کشتی میں سوار تھا کہ انہوں نے کشتی روکی پھر اس کے لیے کھانا لایا گیا حالانکہ ابھی ہم گھروں سے زیادہ دور نہیں گئے تھے۔ سیدنا ابو بصرہ رضی اللہ عنہ نے دستر خوان منگوا کر کہا:

---

[1] ترمذی' کتاب الصوم: باب ماجاء فیمن آکل ثم خرج یرید سفرا (۷۹۹'۸۰۰)' بیہقی (۴/ ۲۴۸)

اس حدیث مبارکہ کو امام ترمذی نے حسن قرار دیا ہے اور علامہ البانی رحمہ اللہ نے بھی اسے ''صحیح الترمذی (۷۹۹)'' میں ذکر کیا ہے۔

''قریب آ جاؤ۔'' میں نے کہا ''آپ گھروں کو نہیں دیکھ رہے (یعنی ہم ابھی زیادہ دور نہیں آئے)؟'' تو ابوبصرہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''کیا تو رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے بے رغبتی کرتا ہے؟'' پھر انہوں نے کھانا کھالیا۔''[1]

اب ابوبصرہ رضی اللہ عنہ نے کشتی میں سوار ہوتے ہی روزہ افطار کر لیا اور سفر کی مشقت کا انتظار نہیں کیا۔ پس ان دلائل سے ثابت ہوا کہ سفر میں مشقت و تکلیف کا کوئی اعتبار نہیں اور شارع نے سفر میں افطار کرنے کا یہ وصف بیان نہیں کیا۔

نیز صحابہ کرام رضی اللہ عنہم سفر کرتے تو ان میں سے بعض کا روزہ ہوتا اور بعض روزہ نہیں رکھتے تھے لیکن کوئی دوسرے پر نکتہ چینی نہیں کرتا تھا۔ کیونکہ سفر میں روزہ سے رخصت ہے۔ اب جس نے روزہ رکھ لیا تو اس نے بھی درست کام کیا اور اللہ تعالیٰ اپنی عطاء کردہ رخصت قبول کرنے کو پسند کرتا ہے' جس طرح کہ وہ دیگر عطاء کردہ امور پر عمل کو پسند کرتا ہے۔

حیض و نفاس والی عورتوں کے لیے روزوں کی قضا

حیض اور نفاس والی عورتوں کے لیے ضروری ہے کہ حیض اور نفاس کے وقت وہ روزہ توڑ دیں' حیض اور نفاس کی حالت میں روزہ رکھنا اور نماز پڑھنا جائز نہیں اور نہ ایسی حالت میں نماز روزہ صحیح ہے' انہیں بعد میں صرف روزوں کی قضا کرنی ہوگی' نماز کی نہیں۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی حدیث ہے' ان سے سوال کیا گیا کہ کیا حائضہ عورت نماز اور روزے کی قضا کرے؟ تو انہوں نے فرمایا:

''ہمیں روزوں کی قضا کرنے کا حکم دیا جاتا تھا اور نماز کی قضا کرنے کا حکم نہیں دیا جاتا تھا۔''[2]

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا کی بیان کردہ حدیث پر علماء کا اتفاق ہے کہ حیض و نفاس والی عورتوں

---

[1] مسند احمد (۱۸/ ۴۸۸) بیہقی ۴/ ۲۴۶)

[2] ابوداؤد' کتاب الطھارۃ: باب فی الحائض لا تقضی الصلاۃ ۲۶۲۔ نسائی کتاب الصیام باب وضع الصیام عن الحائض (۲۳۲۰)

کو صرف روزوں کی قضا کرنی ہے نماز کی نہیں اور یہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف سے ایک طرح کی رحمت اور آسانی ہے کیونکہ نماز ایک دن میں پانچ مرتبہ پڑھی جاتی ہے اس لیے نماز کی قضا مذکورہ عورتوں پر بھاری تھی' اس لیے برخلاف روزہ کے کہ وہ سال میں ایک بار فرض ہے اور وہ ماہ رمضان کا روزہ ہے' اس لیے اس کی قضا میں کوئی مشقت و دشواری نہیں۔

دوران روزہ ٹوتھ پیسٹ کا استعمال

دوران روزہ ٹوتھ پیسٹ کے ذریعے دانت صاف کرنے سے بالکل اسی طرح روزہ نہیں ٹوٹتا جیسے مسواک کرنے سے نہیں ٹوٹتا' اسی طرح آنکھ اور ناک میں دوا کے قطرے بھی ڈالے جاسکتے ہیں اور اگر ان قطروں کا ذائقہ حلق میں محسوس کرے تو اس روزہ کی قضا کر لینا احتیاط کی بنا پر ہے' واجب نہیں کیونکہ آنکھ اور کان کھانے پینے کے راستے نہیں ہیں' البتہ ناک کے قطرے استعمال کرنا جائز نہیں کیونکہ ناک کھانے پینے کے راستے میں شمار ہوتی ہے۔ اسی لیے نبی ﷺ نے فرمایا: ''ناک میں (وضوء کرتے وقت) خوب اچھی طرح پانی چڑھاؤ الا کہ تم روزہ دار ہو۔''[1]

لہٰذا مذکورہ حدیث اور اس معنی کی دیگر احادیث کی روشنی میں اگر کسی نے روزہ کی حالت میں ناک کے قطرے استعمال کیے اور حلق میں اس کا اثر محسوس ہوا تو اس روزہ کی قضا واجب ہے۔



---

[1] ابوداؤد۔ کتاب الطهارة باب فى الاستنثاء (۱۴۲) وکتاب الصيام (۲۳۶۶) ترمذی۔ کتاب الصوم باب ما جاء فى كراهية مبالغة الاستنشاق للصائم (۷۸۸) نسائی۔ کتاب الطهارة باب المبالغة فى الاستنشاق (۸۷)

نماز تراویح اور قیام اللیل

لفظ ''تراویح'' علماء کا رکھا ہوا ایک اصطلاحی نام ہے ورنہ احادیث رسول میں کہیں بھی یہ لفظ استعمال نہیں ہوا۔ اسے حدیث کی رو سے قیام رمضان' صلوٰۃ رمضان' قیام اللیل یا صلوٰۃ اللیل جیسے ناموں سے یاد کیا جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے جو تین دن صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کے ساتھ اتفاقی قیام کیا اس کو تراویح کا نام دیا گیا۔ یہ بات احناف کے ہاں بھی مسلم ہے۔ رسول اللہ ﷺ نے جب صحابہ کرام رضی اللہ عنہم کا ذوقِ قیام اللیل دیکھا کہ وہ کثرت کے ساتھ اس نماز میں شریک ہو رہے ہیں' تو آپ ؐ نے جماعت کو ترک کر دیا اور فرمایا:

((اِنِّیْ خَشِیْتُ اَنْ تُکْتَبَ عَلَیْکُمْ صَلَاۃُ اللَّیْلِ))[1]

''مجھے یہ ڈر ہے کہ کہیں تم پر صلوٰۃ اللیل (رات کی یہ نماز) فرض نہ کر دی جائے۔''

طحاوی ۲۴۲/۱ میں قیام اللیل کے الفاظ ہیں۔ بہرکیف اس صحیح حدیث سے معلوم ہوا جو آپ ؐ نے تین رات جماعت کروائی تھی اسے صلوٰۃ اللیل یا قیام اللیل ہی کہا گیا ہے لہٰذا قیام اللیل کی رکعات کی تعداد میں مروی تمام صحیح احادیث تراویح کی تعداد پر دلالت کرتی ہیں۔

قیام اللیل کی فضیلت:

سیدنا ابوہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

---

[1] بخاري۔ كتاب الاذان۔ باب اذا كان بين الامام وبين القوم حائط (۷۲۹) مسلم۔ كتاب صلاة المسافرين باب الترغيب في قيام رمضان (۷۶۱)

((مَنْ قَامَ رَمَضَانَ اِيمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَ لَهٗ مَا تَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ)) [1]

''جس آدمی نے رمضان المبارک کا قیام ایمان اور ثواب سمجھ کر کیا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیے گئے۔''

((عَنْ عَمْرِو بْنِ مُرَّةَ الْجُهَنِى قَالَ جَاءَ رَجُلٌ اِلَى النَّبِيِّ ﷺ فَقَالَ: يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَرَاَيْتَ اِنْ شَهِدْتُ اَنْ لَّآ اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَاَنَّكَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ وَصَلَّيْتُ الصَّلَوٰتِ الْخَمْسَ وَاَدَّيْتُ الزَّكٰوةَ وَصُمْتُ رَمَضَانَ وَقُمْتُهٗ فَمِمَّنْ اَنَا؟ قَالَ مِنَ الصِّدِّيْقِيْنَ وَالشُّهَدَاءِ)) [2]

''سیدنا عمرو بن مرۃ رضی اللہ عنہ نے کہا: ایک آدمی نبی کریم ﷺ کے پاس آیا۔ اس نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! کیا آپؐ مجھے بتائیں گے کہ اگر میں اس بات کی شہادت دوں کہ اللہ کے سوا کوئی عبادت کے لائق نہیں اور آپ اللہ کے رسول ہیں اور میں پانچ وقت کی نماز ادا کروں' زکوۃ ادا کروں' رمضان کے روزے رکھوں اور اس کا قیام کروں تو میں کن لوگوں میں سے ہوں گا؟ تو آپؐ نے فرمایا: صدیقین اور شہداء میں سے۔''

مذکورۃ الصدر احادیث صحیحہ سے معلوم ہوا کہ قیام رمضان کی بہت بڑی فضیلت ہے۔ اللہ تعالیٰ اپنے بندے کے سابقہ گناہ معاف کر کے اسے قیامت کے دن اپنے نیک بندوں' صدیقین و شہداء میں اٹھائے گا۔ اللہ تعالیٰ اپنی رحمت خاص نازل فرما کر ہمارا بھی حشر ان لوگوں کے ساتھ کرے۔ آمین۔ تراویح کا وقت عشاء کی نماز سے فارغ ہونے کے بعد سے لے کر فجر تک ہے' کسی بھی وقت میں ادا کی جا سکتی ہے۔ یہ گیارہ رکعات مسنون نماز ہے۔

---

[1] بخاری کتاب صلاۃ التراویح باب فضل من قام رمضان (۲۰۰۹) مسلم۔ کتاب صلاۃ المسافرین باب الترغیب فی قیام رمضان (۷۵۹)

[2] موارد الظمان ۱۹ مسند بزار (۱/ ۲۲ / ۲۵۲)

تراویح کی مفصل بحث اور جانبین کے دلائل کا جائزہ لینے کے لیے ہماری کتاب ''مقالات اربانیہ'' کا مطالعہ فرمائیں۔

نبی ﷺ کا عام معمول یہی تھا۔ بسا اوقات آپ ﷺ کمی بیشی بھی کر لیتے تھے۔ علماء احناف کا بھی یہی موقف ہے کہ گیارہ رکعات ہی مسنون ہیں۔ یہاں صرف ایک حدیث درج کرتا ہوں:

((عَنْ اَبِیْ سَلَمَةَ بْنِ عَبْدِالرَّحْمٰنِ اَنَّهٗ سَاَلَ عَائِشَةَ كَيْفَ كَانَتْ صَلٰوةُ رَسُوْلِ اللّٰهِ ﷺ فِیْ رَمَضَانَ فَقَالَتْ: مَا كَانَ يَزِيْدُ فِیْ رَمَضَانَ وَلَا فِیْ غَيْرِهٖ عَلٰی اِحْدٰی عَشْرَةَ رَكْعَةً))

''ابوسلمہ بن عبدالرحمٰن نے سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے سوال کیا: رسول اللہ ﷺ کی رمضان المبارک میں نماز (تراویح) کیسے ہوتی تھی؟ تو انہوں نے فرمایا: چاہے رمضان کا مہینہ ہو یا غیر رمضان' (یعنی اس کے علاوہ سال کا کوئی بھی مہینہ ہوتا) آپ گیارہ رکعات سے زائد نہیں پڑھتے تھے۔ یعنی آپ ﷺ کا عام معمول مبارک یہی تھا۔ اسے تمام محدثین رحمہم اللہ تقریباً تراویح کے بیان میں لائے ہیں۔''



ماہ رمضان المبارک اور اعتکاف کے مسائل

لغوی اعتبار سے اعتکاف کا معنیٰ کسی چیز پر جم کر بیٹھ جانا اور نفس کو اس کے ساتھ لگائے رکھنا ہے اور شرعی اعتبار سے تمام دنیاوی معاملات ترک کر کے عبادت کی نیت سے اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کی خاطر مسجد میں ٹھہرنے کا نام اعتکاف ہے۔ اعتکاف بیٹھنے والے کو "مُعْتَکِف" اور جائے اعتکاف کو "مُعْتَکَف" کہا جاتا ہے۔ اعتکاف سال میں کسی بھی وقت ہو سکتا ہے۔ نبی ﷺ سے شوال کے مہینے کا اعتکاف بھی ثابت ہے لیکن افضل آخری عشرے کا اعتکاف ہے۔ اس لیے کہ نبی ﷺ آخری عشرے کا اعتکاف کرتے رہے حتیٰ کہ آپ ﷺ اللہ تعالیٰ سے جا ملے۔ سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((اَنَّ النَّبِیَّ ﷺ کَانَ یَعْتَکِفُ الْعَشْرَ الْاَوَاخِرَ مِنْ رَمَضَانَ حَتّٰی تَوَفَّاهُ اللّٰهُ تَعَالٰی ثُمَّ اعْتَکَفَ اَزْوَاجُهٗ مِنْ بَعْدِهٖ))[1]

"نبی ﷺ رمضان کے آخری عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے حتیٰ کہ اللہ تعالیٰ نے آپ کو فوت کر دیا پھر آپ کے بعد آپ کی بیویاں اعتکاف کرتی تھیں۔"

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((اَنَّ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ یَعْتَکِفُ فِی الْعَشْرِ الْاَوْسَطِ مِنْ رَمَضَانَ فَاعْتَکَفَ حَتّٰی اِذَا کَانَ لَیْلَةُ اِحْدٰی وَعِشْرِیْنَ وَهِیَ اللَّیْلَةُ الَّتِیْ

---

[1] بخاری، کتاب الاعتکاف: باب الاعتکاف فی العشر الاواخر (۲۰۲۶) مسلم۔ کتاب الاعتکاف باب اعتکاف العشر الاواخر من رمضان (۱۱۷۲)

يَخْرُجُ مِنْ صَبِيْحَتِهَا مِنَ اعْتِكَافِهِ قَالَ مَنْ كَانَ اعْتَكَفَ مَعِي فَلْيَعْتَكِفِ الْعَشْرَ الْأَوَاخِرَ))[1]

''رسول اللہ ﷺ رمضان کے درمیانے عشرے کا اعتکاف کیا کرتے تھے۔ ایک سال آپ نے حسب معمول اعتکاف کیا' جب اکیسویں رات ہوئی' یہ وہ رات تھی جس کی صبح کو آپ ﷺ اپنے اعتکاف سے نکلے تھے' آپ ﷺ نے فرمایا: ''جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ آخری عشرے کا بھی اعتکاف بیٹھے۔''

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ إِذَا أَرَادَ أَنْ يَّعْتَكِفَ صَلَّى الْفَجْرَ ثُمَّ دَخَلَ الْمَكَانَ الَّذِي يُرِيدُ أَنْ يَّعْتَكِفَ فِيهِ))[2]

''رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف کا ارادہ کرتے تو فجر کی نماز پڑھ کر اپنی جائے اعتکاف میں داخل ہو جاتے۔''

اعتکاف کے طریقے کے متعلق اہل علم کے دو اقوال ہیں:

(۱) ایک قول یہ ہے کہ اعتکاف مسنون آخری عشرے کا ہے اور آخری عشرے کا آغاز بیس رمضان کا سورج غروب ہوتے ہی ہو جاتا ہے لہٰذا معتکف کو چاہیے کہ وہ اکیسویں رات شروع ہوتے ہی مسجد میں آ جائے' رات بھر تلاوت قرآن' ذکر الٰہی' تسبیح و تہلیل اور قیام میں مصروف رہے اور نماز فجر ادا کر کے اپنے اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جائے۔

(۲) دوسرا موقف یہ ہے کہ ایک حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ نے آخری عشرے کا اعتکاف کیا اور دوسری حدیث میں ہے کہ آپ ﷺ فجر پڑھ کر اعتکاف کی جگہ میں

---

[1] بخاری' ابواب الاعتکاف: باب الاعتکاف فی العشر الاواخر (۲۰۲۷) مسلم۔ کتاب الصیام۔ فضل للیلۃ الندور (۱۱۶۷)

[2] ابن ماجه' کتاب الصیام: باب جآء فیمن یبتدی الاعتکاف وقضاء الاعتکاف (۱۷۷۱)' نسائی (۷۱۰)' احمد (۲۴۵۹۸) وھو متفق علیه بلفظ مختلف انظر البخاری (۲۰۳۳) مسلم (۱۱۷۳)

داخل ہوتے تھے لیکن اس حدیث میں یہ نہیں ہے کہ وہ اکیس کی یا بیس کی صبح ہے۔
بہتر یہ ہے کہ معتکف بیس رمضان کی فجر پڑھ کر اعتکاف کا آغاز کرے تاکہ آخری عشرے کی اکیسویں کی طاق رات جائے اعتکاف میں گزارے' کیونکہ اعتکاف لیلۃ القدر کی تلاش کا ایک ذریعہ ہے جیسا کہ ابوسعید خدری رضی اللہ عنہ کی حدیث سے واضح ہوتا ہے' جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ رضی اللہ عنہم کے ساتھ درمیانے عشرے کا اعتکاف کیا۔
کئی صحابہ کرام یہ اعتکاف کر کے اپنا بوریا بستر باندھ کر گھروں کو چلے گئے تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''جس نے میرے ساتھ اعتکاف کیا ہے وہ آخری عشرے کا بھی اعتکاف کرے۔'' یہ بیس رمضان کو فرمایا تھا۔ غور کرنے سے پتا چلتا ہے کہ آخر آپ انہیں رات کو بھی بلا سکتے تھے اور کہہ دیتے کہ تم نے اعتکاف کے مقام پر داخل ہونا ہے۔ ان کا کہنا ہے کہ اگر بیس کی صبح کو مسجد میں آ جائے تو ذہنی طور پر لیلۃ القدر کی تلاش کے لیے تیار ہو جائے گا اور جائے اعتکاف سے مانوس بھی ہو جائے گا۔ اس طرح اس کی اکیسویں رات معتکف میں گزرے گی۔ جب کہ دوسرے مؤقف کے لحاظ سے ان کی اکیسویں رات جائے اعتکاف سے باہر گزرے گی' جو ایک نقص بھی ہے۔ لہٰذا زیادہ مناسب اور موزوں یہ ہے کہ بیسویں کی صبح کو مسجد میں آئے اور نماز ادا کرنے کے بعد اپنے معتکف میں تیار ہو کر بیٹھے۔ اس صورت میں دونوں احادیث پر عمل ہو جائے گا۔ صرف آخری عشرے سے بارہ گھنٹوں کا اضافہ ہوگا اور اس میں کوئی مضائقہ نہیں۔ (واللہ اعلم)
دوسرا مؤقف مبنی بر احتیاط ہے ورنہ اعتکاف تو ایک دن یا رات کا بھی ہو سکتا ہے۔
جیسا کہ حدیث میں ہے کہ سیدنا ابن عمر رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((اَنَّ عُمَرَ رضی اللہ عنہ سَاَلَ النَّبِیَّ صلی اللہ علیہ وسلم قَالَ کُنْتُ نَذَرْتُ فِی الْجَاھِلِیَّۃِ اَنْ اَعْتَکِفَ لَیْلَۃً فِی الْمَسْجِدِ الْحَرَامِ قَالَ اَوْفِ بِنَذْرِكَ))[1]

''سیدنا عمر رضی اللہ عنہ نے رسول کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے سوال کیا: ''میں نے زمانہ جاہلیت میں

---

[1] بخاري' كتاب الاعتكاف: باب الاعتكاف ليلا (٢٠٣٢) مسلم۔ كتاب الايمان۔ باب نذر الكافر۔ وما يفعل فيه اذا اسلم (١٦٥٦)

ایک رات مسجد حرام میں اعتکاف کی نذر مانی تھی۔'' تو آپ ﷺ نے فرمایا: ''اپنی نذر پوری کرو۔''

معلوم ہوا کہ اعتکاف ایک عشرے سے کم کا بھی ہو سکتا ہے۔

اعتکاف کے لیے نیت:

چونکہ اعتکاف عبادت ہے اس لیے اس کے لیے بھی نیت ضروری ہے کیونکہ رسول اللہ ﷺ نے ہر عبادت کے لیے نیت کو لازمی قرار دیا ہے۔ سیدنا عمر بن خطاب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((اِنَّمَا الْاَعْمَالُ بِالنِّیَّاتِ))[1]

''تمام اعمال کا دارومدار نیتوں پر ہے۔''

لیکن یہ یاد رہے کہ اس کے لیے زبان سے کوئی تلفظ ثابت نہیں۔ یہ دل کا فعل ہے۔ بعض لوگوں نے مسجد میں داخل ہو کر اعتکاف کے لیے: ''نَوَیْتُ سُنَّۃَ الْاِعْتِکَافِ'' (میں نے اعتکاف کی نیت کی) کے الفاظ مختص کر رکھے ہیں' یہ غلط ہیں اور کسی حدیث سے ثابت نہیں ہیں' اس لیے ان سے بچنا چاہیے۔

جائے اعتکاف میں کس وقت داخل ہونا چاہیے؟

اعتکاف کے متعلق اللہ کے نبی ﷺ کی حدیث ہے کہ آپ ﷺ آخری عشرہ کا اعتکاف کرتے تھے۔[2]

دوسری حدیث ہے:

''سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ جب اعتکاف بیٹھنے کا ارادہ

---

[1] بخاری' کتاب الاعتکاف: باب الا عتکاف فی العشر الاو اخر (۲۰۲۶)
مسلم۔ کتاب الاعتکاف۔ باب الاعتکاف۔ العشر الاواخر من رمضان (۱۱۷۲)

[2] بخاری' کتاب بدء الووحی: باب کیف کان بدء الوحی الی رسول اللہ (۱)
مسلم۔ کتاب الامارۃ باب قولہ ﷺ ''انما الاعمال بالنیۃ'' (۱۹۰۷)

کرتے تو فجر کی نماز پڑھ کر جائے اعتکاف میں داخل ہو جاتے۔''[1]

ان احادیث کو سامنے رکھتے ہوئے عام اہل علم یہ بات لکھتے ہیں کہ آخری عشرہ کا آغاز بیس رمضان کا سورج غروب ہوتے ہی ہو جاتا ہے۔ لہٰذا معتکف کو چاہیے کہ اکیسویں رات شروع ہوتے ہی مسجد میں آ جائے۔ رات بھر تلاوت قرآن' ذکر' تسبیح وتہلیل اور نوافل میں مصروف رہے اور صبح نماز فجر ادا کر کے اپنے اعتکاف کی جگہ میں داخل ہو جائے۔

جبکہ دوسرا مؤقف جو ایک حدیث سے معلوم ہوتا ہے وہ یہ ہے کہ آپ ﷺ اعتکاف کا آغاز نماز صبح کے بعد کرتے اکیس یا بیس کی صبح کو' اس کا تعین واضح نہیں۔ بہتر یہ ہے کہ معتکف بیس رمضان کی فجر کی نماز پڑھ کر اعتکاف کا آغاز کرے تاکہ اکیس کی رات معتکف (اعتکاف کی جگہ) میں آئے کیونکہ اعتکاف لیلۃ القدر کی تلاش کا ایک ذریعہ ہے' جیسا کہ نبی ﷺ نے لیلۃ القدر میں دو عشرے اعتکاف کیا' نہ ملی تو پھر آپ ﷺ نے تیسرے اور آخری عشرے کا اعتکاف کیا' تسلسل بھی جاری رکھا حتیٰ کہ جو صحابہ رضی اللہ عنہم آپ ﷺ کے ساتھ بیٹھے تھے اعتکاف ختم کر کے گھروں کو چلے گئے۔ آپ ﷺ نے اعلان فرمایا: ''جو میرے ساتھ اعتکاف کر رہا ہے وہ اپنے اعتکاف کو جاری رکھے۔'' بیسویں رمضان تھی اور صحابہ نے پھر سے آخری عشرے کا آغاز کر دیا۔[2]

ذرا غور فرمائیں...... اگر آخری عشرے کا اعتکاف اکیسویں رات بعد از غروب آفتاب شروع ہوتا تو آپ ﷺ نے بیسویں کے دن کا اعتکاف صحابہ رضی اللہ عنہم سے کیوں کروایا؟ آپ ﷺ انہیں اکیسویں رات ہی کو بلا لیتے اور کہہ دیتے کہ تم نے معتکف تو توڑ چھوڑ دیا ہے اب رات مسجد میں گزارو اور کل صبح یعنی اکیسویں کی صبح کی نماز کے بعد دوبارہ داخل ہو جاؤ۔

---

[1] بخاری' کتاب الاعتکاف: باب الاعتکاف فی العشر الاواخر (۲۰۲۷)؛ مسلم۔ کتاب الصیام باب فضل لیلۃ القدر (۱۱۶۷)

[2] مسلم۔ کتاب الاعتکاف باب متی یدخل من اراد الاعتکاف فی معتکفہ (۱۱۷۳) ابوداؤد' کتاب الصیام: باب الاعتکاف: (۲۴۶۴)

(مولانا عبدالسلام بستوی کے ''اسلامی خطبات'') ان حضرات کا یہ کہنا ہے کہ اگر بیس کی صبح کو مسجد میں آ جائے تو ذہنی طور پر لیلۃ القدر کی تلاش کے لیے اکیسویں کو پورا تیار ہو جاتا ہے جبکہ دوسرے مؤقف کے لحاظ سے اکیسویں رات جائے اعتکاف سے باہر گزار دی اور اعتکاف کے ارادے سے اکیس کی صبح کو معتکف میں داخل ہوا تو آخری عشرے سے ایک رات خارج ہو جائے گی جو ایک نقص بھی ہے لہٰذا زیادہ مناسب اور موزوں یہ ہے کہ بیسیوں کی صبح کو مسجد میں آ جائے اور نماز کی ادائیگی کے بعد اپنے معتکف میں تیار ہو کر بیٹھ جائے۔ اس صورت میں دونوں احادیث پر بہتر عمل ہو جائے گا' صرف آخری عشرہ سے ۱۲ گھنٹوں کا اضافہ ہوگا اور اس اضافے میں کوئی مضائقہ نہیں۔ حافظ عبداللہ بہاولپوری رحمہ اللہ بھی اسی مؤقف کے قائل تھے اور یہ مؤقف مبنی بر احتیاط ہے۔ واللہ اعلم۔

معتکف کے لیے جائز امور

معتکف کے لیے حالت اعتکاف میں نہانا' سر میں کنگھی کرنا' تیل لگانا اور ضروری حاجات مثلاً پیشاب' پاخانہ' فرض غسل وغیرہ کے لیے جانا درست ہے اور اعتکاف بیٹھنے والے کو بلا عذر اپنے معتکف سے باہر نہیں جانا چاہیے۔[1]

دوران اعتکاف ممنوع افعال:

(۱) جماع وہم بستری کرنا۔[2]

(۲) بیمار پرسی کے لیے باہر نکلنا۔

(۳) کسی کے جنازے میں شریک ہونا۔

(۴) کسی ضروری حاجت کے بغیر باہر نکلنا۔[3]

---

[1] بخاری (۱/ ۲۷۲)

[2] البقرۃ: ۲/ ۱۸۷' ابن ابی شیبۃ (۳/ ۲۹)' عبد الرزاق (۴/ ۳۶۳)

[3] ابوداؤد۔ کتاب الصیام: باب المعتکف یعود المریض (۲۴۷۳) بیہقی (۴/ ۳۱۷)

خواتین کا اعتکاف:

خواتین کو بھی چاہیے کہ وہ مسجد ہی میں آ کر اعتکاف بیٹھیں' ان کے لیے گھر میں اعتکاف بیٹھنے کی کوئی شرعی دلیل موجود نہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَلَا تُبَاشِرُوهُنَّ وَأَنتُمْ عَاكِفُونَ فِي الْمَسَاجِدِ﴾ (البقرة: ۲/ ۱۸۷)

''اور تم ان عورتوں سے جماع نہ کرو اس حال میں کہ تم مسجدوں میں اعتکاف کرنے والے ہو۔''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ اعتکاف مسجد میں کیا جاتا ہے۔ ازواج مطہرات بھی مسجد ہی میں اعتکاف کیا کرتی تھیں جیسا کہ اس کے متعلق حدیث پیچھے بیان کر دی گئی ہے۔

دوران اعتکاف چند جائز کام:

1. (اگر گھر مسجد کے ساتھ ہی ہو تو) کسی ضروری حاجت کے لیے انسان مسجد سے نکل سکتا ہے۔[1]
2. مسجد میں خیمہ لگایا جا سکتا ہے۔[2]
3. اعتکاف کرنے والے کی بیوی اس سے ملاقات کے لیے مسجد میں آ سکتی ہے اور وہ بیوی کو محرم ساتھ نہ ہونے کی صورت میں گھر چھوڑنے تک ساتھ جا سکتا ہے۔[3]
4. استحاضہ کی بیماری میں مبتلا عورت اعتکاف کر سکتی ہے۔[4]
5. اعتکاف کرنے والا اپنا سر مسجد سے باہر نکال سکتا ہے اور اس کی بیوی حالت حیض میں بھی ہو تو اسے کنگھی کر سکتی ہے اور اس کا سر دھو سکتی ہے۔[5]

---

[1] بخاری' کتاب الاعتکاف: باب هل یخرج المعتکف بحوائجه الى باب المسجد (۲۰۳۵) مسلم (۲۱۷۵)

[2] بخاری' کتاب الاعتکاف: باب الاخبية فى المسجد (۲۰۳۴) مسلم (۱۱۷۳)

[3] بخاری' کتاب الاعتکاف: باب هل یخرج المعتکف لحوائجه الى باب المسجد(۲۰۳۵) (مسلم (۲۱۷۵)

[4] بخاری' کتاب الاعتکاف: باب اعتكاف المستحاضة (۲۰۳۷)

[5] بخاری' کتاب الاعتکاف: باب الحائض ترجل راس المعتكف (۲۰۲۸'۲۰۲۹) مسلم (۱۱۷۳)

اعتکاف کا اختتام:

آخری عشرہ چونکہ شوال کا چاند دیکھنے کے ساتھ یا رمضان کے تیس دن پورے ہونے کے ساتھ ہی ختم ہو جاتا ہے لہٰذا اس کے ساتھ ہی اعتکاف بھی ختم ہو جاتا ہے۔ معتکف آخری عشرہ پورا ہوتے ہی اعتکاف ختم کر دے۔ ہمارے ہاں جو معاشرے میں یہ بات رائج ہے کہ اعتکاف سے اٹھنے والے کے گلے میں ہار ڈالے جاتے ہیں۔ خاص طور پر اٹھانے کے لیے خاندان و برادری کے بڑے لوگ آ کر ملاقات کرتے ہیں' یہ تمام باتیں اور رسومات بے دلیل ہیں۔



لیلۃ القدر اور اس کی فضیلت

لیلۃ القدر کا معنی ''عزت وشرف والی رات'' ہے۔ چونکہ اس مبارک رات میں قرآن مجید نازل ہوا ہے اس وجہ سے اس رات کو شرافت وبزرگی' بڑائی اور ایک خاص مرتبہ حاصل ہے۔ قرآن مجید میں اس کے بارے میں اللہ تبارک وتعالیٰ نے پوری ایک سورۃ نازل فرمائی ہے' جسے سورۃ القدر کہتے ہیں۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةِ الْقَدْرِ ۝ وَمَا أَدْرَاكَ مَا لَيْلَةُ الْقَدْرِ ۝ لَيْلَةُ الْقَدْرِ خَيْرٌ مِّنْ أَلْفِ شَهْرٍ ۝ تَنَزَّلُ الْمَلَائِكَةُ وَالرُّوحُ فِيهَا بِإِذْنِ رَبِّهِم مِّن كُلِّ أَمْرٍ سَلَامٌ هِيَ حَتَّىٰ مَطْلَعِ الْفَجْرِ ۝﴾ (القدر : ۹۷/ ۱ تا ۵)

''یقیناً ہم نے اس قرآن کو قدر والی رات میں نازل کیا۔ آپ کیا جانیں کہ شب قدر کیا ہے؟ شب قدر ہزار مہینوں (کی عبادت ہے) سے بہتر ہے۔ اس میں ہر کام کو سرانجام دینے کو اللہ کے حکم سے فرشتے اور روح الامین اترتے ہیں۔ یہ رات سراسر سلامتی کی ہوتی ہے اور فجر کے طلوع ہونے تک رہتی ہے۔''

دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿إِنَّا أَنزَلْنَاهُ فِي لَيْلَةٍ مُّبَارَكَةٍ إِنَّا كُنَّا مُنذِرِينَ ۝ فِيهَا يُفْرَقُ كُلُّ أَمْرٍ حَكِيمٍ ۝ أَمْرًا مِّنْ عِندِنَا إِنَّا كُنَّا مُرْسِلِينَ ۝﴾ (الدخان : ۴۴/ ۳ تا ۵)

''یقیناً ہم نے اس قرآن کو برکت والی رات میں نازل کیا۔ بے شک ہم ڈرانے والے ہیں۔ اس رات میں ہر ایک مضبوط کام کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔ یہ معاملہ

ہماری جانب سے ہے اور ہم بھیجنے والے ہیں۔''

بعض لوگوں نے اس آیت کریمہ کی مراد ۱۵ شعبان کو قرار دیا ہے' جسے عرف عام میں شب برأت بھی کہتے ہیں' لیکن یہ تفسیر درست نہیں ہے کیونکہ قرآن کی نص صریح سے یہ بات ثابت ہو رہی ہے کہ یہ قرآن شب قدر میں نازل ہوا ہے۔ اسے ہی سورۃ دخان میں لیلۃ مبارکہ قرار دیا گیا ہے اور یہ رات رمضان المبارک میں ہی ہے کیونکہ دوسرے مقام پر ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيْ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْآنُ﴾ (البقرۃ : ۲/ ۱۸۵)

''ماہ رمضان وہ ہے کہ جس میں قرآن نازل کیا گیا۔''

اس آیت کریمہ سے معلوم ہوا کہ قرآن کا نزول ماہ رمضان میں ہوا اور دوسری آیات سے معلوم ہوا کہ وہ اس ماہ کی اس رات میں نازل ہوا ہے جسے شب قدر کہتے ہیں۔ یہ رات بڑی بابرکت ہے۔

اس کے چار بڑے بڑے فضائل یہ ہیں:

① ایک تو اس میں قرآن جیسی کتاب ہدایت کا نزول ہوا۔

② دوسرے اس میں فرشتوں اور روح الامین جبرئیل علیہ السلام کا نزول۔

③ تیسری بات یہ ہے کہ اس میں سارے سال میں ہونے والے واقعات کا فیصلہ کر دیا جاتا ہے۔

④ چوتھی بات یہ ہے کہ اس کی عبادت ہزار مہینے (۸۳ سال ۴ ماہ) کی عبادت سے بہتر قرار دی گئی ہے۔

شبِ قدر کا قیام:

نبی اکرم ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((مَنْ قَامَ لَيْلَةَ الْقَدْرِ اِيْمَانًا وَّاحْتِسَابًا غُفِرَلَهٗ مَاتَقَدَّمَ مِنْ ذَنْبِهٖ))[1]

[1] بخاری کتاب فضل لیلۃ القدر باب فضل لیلۃ القدر (۲۰۱۴)۔ مسلم کتاب صلاۃ المسافرین۔ باب الترغیب فی قیام رمضان (۷۶۰)

''جس نے شب قدر کا قیام ایمان وثواب سمجھ کر کیا اس کے سابقہ گناہ معاف کر دیئے گئے۔''

شبِ قدر کے لیے محنت وکوشش:

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے فرمایا:

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَجْتَهِدُ فِي الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مَالَا يَجْتَهِدُ فِي غَيْرِهِ)) [1]

''رسول اللہ ﷺ آخری عشرے میں عبادت کی جس قدر محنت وکوشش کرتے وہ اس کے علاوہ کسی وقت میں نہیں کرتے تھے۔''

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا نے ہی فرمایا:

((عَنْ عَائِشَةَ رضی اللہ عنہا قَالَتْ: كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اِذَا دَخَلَ الْعَشْرُ شَدَّ مِئْزَرَهٗ وَاَحْيٰى لَيْلَهٗ وَاَيْقَظَ اَهْلَهٗ)) [2]

''جب آخری عشرہ داخل ہوتا تو رسول اللہ ﷺ کمر بستہ ہو جاتے اور اپنی رات کو زندہ رکھتے اور اپنے گھر والوں کو بیدار کرتے۔''

شبِ قدر کی دعاء

سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں:

((قُلْتُ يَارَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اَرَاَيْتَ اِنْ عَلِمْتُ اَيُّ لَيْلَةِ الْقَدْرِ مَا اَقُوْلُ فِيْهَا؟ قَالَ: قُوْلِي: اَللّٰهُمَّ اِنَّكَ عَفُوٌّ تُحِبُّ الْعَفْوَفَاعْفُ

---

[1] مسلم کتاب الاعتکاف باب الاجتهاد فی العشر الاواخر من شهر رمضان (۱۱۷۵)' مشکوٰۃ (۲۰۸۹)
[بخاری کتاب فضل لیلة القدر۔ باب التماس لیلة القدر فی السبع الاواخر (۲۰۱۶)
مسلم کتاب الصیام باب فضل لیلة القدر (۱۱۶۷) اور بعض دفعہ ستائیسویں رات کو بھی۔
مسلم (۷۶۲)]

[2] بخاری کتاب فضل لیلة القدر باب العمل فی العشر الاواخر (۲۰۲۴) مسلم (۱۱۷۴)

عَنِّی))[1]

''میں نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! اگر مجھے معلوم ہو جائے کہ لیلۃ القدر کونسی رات ہے تو میں اس میں کیا کہوں؟ تو آپؐ نے فرمایا: تو کہہ: ''اے میرے اللہ! یقیناً تو معاف کرنے والا ہے اور معافی کو پسند کرتا ہے پس تو مجھے معاف کر دے!''

لیلۃ القدر کی تلاش

سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا بیان کرتی ہیں کہ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا:

((تَحَرَّوْا لَيْلَةَ الْقَدْرِ فِي الْوِتْرِ مِنَ الْعَشْرِ الْاَوَاخِرِ مِنْ رَمَضَانَ))[2]

''شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں تلاش کرو۔''

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ شب قدر رمضان المبارک کے آخری عشرے کی طاق راتوں میں ہوتی ہے' ان میں سے کوئی خاص رات متعین نہیں۔ یہ بعض دفعہ اکیسویں رات کو بھی پائی گئی ہے۔ [مسلم (۱۱۶۷)] اور بعض دفعہ ستائیسویں رات کو بھی۔ [مسلم (۷۶۲)]

لیلۃ القدر کی علامات:

لیلۃ القدر کی پہچان کے لیے مندرجہ ذیل چند صحیح علامات بیان کی گئی ہیں۔

سیدنا ابی بن کعب رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

❀ ((صَبِيحَةُ لَيْلَةِ الْقَدْرِ تَطْلُعُ الشَّمْسُ لَا شُعَاعَ لَهَا كَاَنَّهَا طَسْتٌ حَتّٰى تَرْتَفِعَ))[3]

---

[1] مشکوٰۃ (۲۰۹۱)' مسند احمد ۶/ ۱۷۱' ۱۸۲' ۱۸۳' ۲۰۸' ۲۵۸' ترمذی کتاب الدعوات باب (۸۳) (۳۵۱۳)' ابن ماجه کتاب الدعاء باب الدعاء بالعفو والعافية (۳۸۵۰)

[2] بخاری' کتاب فضل لیلة القدر: باب تحری لیلة القدرفی الوتر من العشر الاواخر (۲۰۱۷) مسلم کتاب الصیام۔ باب فضل لیلة القدر (۱۱۶۹)

[3] مسلم' کتاب صلاة المسافرین و قصرها: باب الندب الا کیدالی قیام لیلة القدر (۷۶۲) عبدالله بن احمد فی زیاداته علی المسند (۵/ ۱۳۰۔۱۳۱) واللفظ له

''شب قدر کی صبح کو سورج کے بلند ہونے تک اس کی شعاع نہیں ہوتی' وہ ایسے ہوتا ہے جیسے کہ تھالی۔''

❀ سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ ہم نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے قریب لیلۃ القدر کا ذکر کیا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((اَيُّكُمْ يَذْكُرُ حِيْنَ طَلَعَ الْقَمَرُ وَ هُوَ مِثْلُ شِقِّ جَفْنَةٍ))[1]

''تم میں سے کون اسے یاد رکھتا ہے' (اس رات) جب چاند نکلتا ہے تو ایسے ہوتا ہے جیسے بڑے تھال کا کنارہ ہو۔''

❀ ایک اور روایت میں ہے:

((لَيْلَةُ الْقَدْرِ لَيْلَةٌ سَمِحَةٌ طَلْقَةٌ لَا حَارَّةٌ وَلَا بَارِدَةٌ تُصْبِحُ الشَّمْسُ صَبِيْحَتَهَا ضَعِيْفَةً حَمْرَاءَ))[2]

''شب قدر پرسکون و معتدل رات ہے جس میں نہ گرمی ہوتی ہے اور نہ سردی۔ اس کی صبح کو سورج اس طرح طلوع ہوتا ہے کہ اس کی سرخی مدہم ہو جاتی ہے۔''

شیخ سلیم الہلالی اور شیخ علی حسن عبدالحمید نے اس روایت کی سند کو حسن کہا ہے۔

مذکورہ بالا آیات واحادیث سے شب قدر کی بہت زیادہ فضیلت معلوم ہوتی ہے لہٰذا اس عظیم رات میں قیام' تلاوت قرآن' کثرت دعاء جیسے امورِ بخشش کو ضرور اختیار کیجئے اور اپنی بخشش کا سامان پیدا کیجیے۔ وہ انسان کتنا ہی بدنصیب ہوگا جسے یہ ماہ مبارک نصیب ہو لیکن وہ اپنی بخشش اور جہنم سے رہائی نہ کروا سکے۔



---

[1] مسلم' کتاب الصیام: باب فضل لیلۃ القدر والحث علی طلبها (۱۱۷۰)

[2] صفة صوم النبی (ص/ ۹۰)

صدقۃ الفطر

رمضان المبارک کے روزوں میں بسا اوقات ہم سے کوتاہی ولغزش صادر ہو جاتی ہے جس کے ازالے کے لیے صدقہ فطر فرض قرار دیا گیا ہے اور اس کی ادائیگی سے غرباء و مساکین، فقراء و حاجت مندوں کی مدد بھی ہو جاتی ہے۔ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں کہ:

((فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَكوٰةَ الْفِطْرِ طُهْرَةً لِلصَّائِمِ مِنَ اللَّغْوِ وَالرَّفَثِ وَ طُعْمَةً لِلْمَسَاكِيْنِ مَنْ اَدَّاهَا قَبْلَ الصَّلَاةِ فَهِيَ زَكَاةٌ مَقْبُوْلَةٌ وَمَنْ اَدَّاهَا بَعْدَ الصَّلوٰةِ فَهِيَ صَدَقَةٌ مِنَ الصَّدَقَاتِ)) [2]

"رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر روزے دار کو لغو اور شہوت انگیز گفتگو سے پاک کرنے کے لیے اور مساکین کے کھانے کا انتظام کرنے کے لیے فرض قرار دیا ہے۔ جس نے اسے نماز عید سے پہلے ادا کیا اس کا صدقہ مقبول ہے اور جس نے نماز کے بعد ادا کیا تو وہ عام صدقات میں سے ایک صدقہ ہے۔"

سیدنا عبداللہ بن عمر بیان کرتے ہیں:

((فَرَضَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ زَكوٰةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْ صَاعًا مِنْ شَعِيْرٍ عَلَى الْعَبْدِ وَالْحُرِّ وَالذَّكَرِ وَالْاُنْثٰى وَالصَّغِيْرِ وَالْكَبِيْرِ مِنَ

---

[1] مسند بزار ١/ ٣٨٦، مسند طيالسى / ٣٤٩، ابن خزيمه ٣/ ٢٣١، عن ابن عباس رضی اللہ عنہما

[2] ابوداؤد كتاب الزكوٰة باب زكوٰة الفطر (١٦٠٩)، ابن ماجه. كتاب الزكاة. باب صدقة الفطر (١٨٢٧) بيهقى ٣/ ١٦٣، مستدرك حاكم ١/ ٤٠٩، دارقطنى ٢/ ١٣٨

الْمُسْلِمِینَ وَاَمَرَ بِهَا اَنْ تُؤَدّٰی قَبْلَ خُرُوْجِ النَّاسِ اِلَی الصَّلَاةِ))[1]

''رسول اللہ ﷺ نے صدقہ فطر ایک صاع کھجور یا ایک صاع کے جو مسلمانوں کے غلام' آزاد' مرد' عورت' چھوٹے اور بڑے پر فرض کیا ہے اور لوگوں کے نماز عید کی طرف نکلنے سے پہلے اس کی ادائیگی کا حکم فرمایا۔''

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ نے فرمایا:

((کُنَّا نُخْرِجُ زَکٰوةَ الْفِطْرِ صَاعًا مِنْ طَعَامٍ اَوْصَاعًا مِنْ شَعِیْرٍ اَوْ صَاعًا مِنْ تَمْرٍ اَوْصَاعًا مِنْ اَقِطٍ اَوْ صَاعًا مِنْ زَبِیْبٍ))[2]

''ہم عہد نبوی میں صدقہ فطر ایک صاع گندم یا ایک صاع جو یا ایک صاع کھجور یا ایک صاع پنیر یا ایک صاع منقہ نکالا کرتے تھے۔''

مذکور بالا احادیث سے معلوم ہوا کہ صدقہ فطر ہر مسلمان پر فرض ہے خواہ وہ بڑا ہو یا چھوٹا' مرد ہو یا عورت' آزاد ہو یا غلام اور جو چیز زیر استعمال ہو اس میں سے نکالنا چاہیے۔ اس کی مقدار ایک صاع ہے جس کا وزن سوا سیر ہے اور اس کی ادائیگی نماز عید سے پہلے ہونی چاہیے۔ اس کی ادائیگی نماز عید سے چند دن پہلے بھی ہو سکتی ہے۔

صحیح بخاری (۱۵۱۱) میں ہے:

((وَکَانُوْا یُعْطُوْنَ قَبْلَ الْفِطْرِ بِیَوْمٍ اَوْیَوْمَیْنِ))

''صحابہ کرام رضی اللہ عنہم نماز عید الفطر سے ایک یا دو دن پہلے صدقہ فطر دیتے تھے۔''

اسی طرح سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ کو جب صدقہ فطر پر محافظ مقرر کیا گیا اور شیطان تین راتیں مسلسل اس ڈھیر سے چوری کے لیے آتا رہا۔ بالآخر اس نے آیت الکرسی کے بارے میں بتا کر جان چھڑائی۔ ملاحظہ ہو مشکوٰۃ (۲۱۲۳)' بخاری (۲۳۱۱) یہ حدیث بھی اس بات پر دلالت کرتی ہے کہ صدقہ فطر عید سے چند روز قبل بھی جمع کیا جا سکتا ہے۔

---

[1] مشکوٰۃ (۱۸۱۵) بخاری کتاب الزکاۃ باب فرض صدقۃ الفطر (۱۵۰۳)' مسلم کتاب الزکاۃ باب زکاۃ الفطر علی المسلمین (۹۸۴)

[2] مشکوٰۃ (۱۸۱۶)' بخاری کتاب الزکاۃ۔ باب صدقۃ الفطر صاع من طعام (۱۵۰۶)' مسلم کتاب الزکاۃ۔ باب زکاۃ الفطر علی المسلمین (۹۸۵)'

رمضان المبارک اور قرآن مجید

رمضان المبارک اور قرآن مجید کا آپس میں گہرا ربط و تعلق ہے جیسا کہ اوپر ذکر کیا جا چکا ہے کہ قرآن مجید کا نزول رمضان المبارک میں ہوا ہے۔ شاید اسی وجہ سے نبی کریم ﷺ رمضان المبارک میں قرآن مجید کی تلاوت کثرت سے کیا کرتے تھے۔

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((وَكَانَ جِبْرِيْلُ عليه السلام يَلْقَاهُ كُلَّ لَيْلَةٍ فِي رَمَضَانَ حَتّٰى يَنْسَلِخَ يَعْرِضُ عَلَيْهِ النَّبِيُّ ﷺ الْقُرْآنَ......))[1]

''جبریل علیہ السلام رمضان المبارک کی ہر رات آخر ماہ تک نبی کریم ﷺ سے ملاقات کرتے تھے اور نبی کریم ﷺ انہیں قرآن مجید سناتے تھے۔''

سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

((كَانَ يَعْرِضُ عَلَى النَّبِيِّ ﷺ الْقُرْآنَ كُلَّ عَامٍ مَرَّةً فَعَرَضَ عَلَيْهِ مَرَّتَيْنِ فِي الْعَامِ الَّذِي قُبِضَ فِيْهِ))[2]

''جبریل علیہ السلام نبی ﷺ پر ہر سال ایک مرتبہ قرآن حکیم پڑھتے تھے۔ آپ ﷺ جس سال فوت ہوئے تو انہوں نے دو مرتبہ آپ پر قرآن حکیم پڑھا۔

لہٰذا ہر مسلمان بھائی کو رمضان المبارک میں قرآن کریم کی تلاوت کثرت سے کرنی چاہیے اور اس کے معانی و مطالب کو سمجھنا چاہیے۔ اللہ تعالیٰ توفیق عنایت فرمائے۔

---

[1] بخاری کتاب الصوم باب اجود ما کان النبی ﷺ یکون فی رمضان (۱۹۰۲) مسلم۔ کتاب الفضائل۔ باب جودہ ﷺ (۲۳۰۸)

[2] بخاری کتاب فضائل القرآن باب کان جبریل یعرض القرآن علی النبی ﷺ (۴۹۹۸)

رمضان المبارک اور خیرات

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما نے فرمایا:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ اَجْوَدَ النَّاسِ بِالْخَيْرِ وَكَانَ اَجْوَدَ مَايَكُوْنُ فِي رَمَضَانَ حِيْنَ يَلْقَاهُ جِبْرِيْلُ...... فَاِذَا لَقِيَهُ جِبْرِيْلُ كَانَ اَجْوَدَ بِالْخَيْرِ مِنَ الرِّيْحِ الْمُرْسَلَه))[1]

نبی مکرم ﷺ سب لوگوں سے زیادہ سخی تھے اور رمضان المبارک میں جب آپ ﷺ سے جبریل علیہ السلام کی ملاقات کے وقت رسول مکرم، امام اعظم ﷺ تیز چلتی ہوئی ہوا سے بھی زیادہ سخی ہوتے تھے۔

لہٰذا ہمیں بھی رمضان المبارک میں صدقہ و خیرات کثرت سے کرنا چاہیے۔ مجاہدین، مدارس اسلامیہ، فقراء و مساکین، یتیم و بیواؤں محتاج و تنگ دست، افلاس زدہ، خستہ حال، کم مایہ مفلوک الحال، برہنہ پا، قلاش و بے نوا افراد کی بھرپور مدد کرنی چاہیے تاکہ وہ عزت و وقار کے ساتھ زندگی بسر کر سکیں اور عید الفطر کی خوشیوں میں بآسانی شرکت کر سکیں۔

رمضان المبارک اور عمرہ

رمضان المبارک میں عمرے کی سعادت سے بہرہ مند ہونا حج کے اجر و ثواب کے برابر ہے۔

---

[1] بخاری کتاب الصوم باب اجود ما کان النبی ﷺ یکون فی رمضان (۱۹۰۲) مسلم۔ کتاب الفضائل۔ باب جودہ ﷺ (۲۳۰۸)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما فرماتے ہیں:

((قَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ لِامْرَأَةٍ مِنَ الْاَنْصَارِ مَا مَنَعَكِ اَنْ تَحُجِّی مَعَنَا؟ قَالَتْ: لَمْ يَكُنْ لَنَا اِلَّا نَاضِحَانِ۔ فَحَجَّ اَبُوْ وَلَدِهَا وَابْنُهَا عَلٰی نَاضِحٍ وَتَرَكَ لَنَانَا ضِحًا نَنْضِحُ عَلَيْهِ قَالَ فَاِذَا جَاءَ رَمَضَانُ فَاعْتَمِرِیْ فَاِنَّ عُمْرَةً فِيْهِ تَعْدِلُ حَجَّةً))

''نبی ﷺ نے ایک انصاری عورت سے فرمایا: تمہیں ہمارے ساتھ حج کرنے میں کیا چیز مانع ہے؟ اس نے کہا: ہمارے پاس پانی لانے والے صرف دو اونٹ چھوڑے گئے ہیں میرے بچوں کا باپ یعنی میرا خاوند ایک اونٹ لے کر حج کے لیے چلا گیا ہے اور ایک اونٹ چھوڑ گیا ہے جس پر ہم پانی لاد کر لاتے ہیں۔ آپ ﷺ نے فرمایا: جب رمضان المبارک آ جائے تو عمرہ کر لینا اس لیے کہ رمضان میں عمرہ کرنا (ثواب کے اعتبار سے) حج کے برابر ہے۔''



عید الفطر

عید کا لفظ ''عود'' سے مشتق ہے جس کا معنی لوٹنا اور پھرنا ہے۔ عید کو یا تو ''عید'' اس لیے کہتے ہیں کہ یہ ہر سال لوٹ کر آتی ہے' یا اس لیے کہ اس دن اللہ تعالیٰ اپنے بندوں پر رحمت و بخشش اور فضل و مغفرت لوٹاتا ہے۔ عربوں کی اصطلاح میں ہر وہ اجتماع جو خوشی اور مسرت کا اجتماع ہو ''عید'' کہلاتا ہے۔[1]

مدینہ میں لوگ جاہلیت کے دستور کے مطابق دو عیدیں مناتے تھے۔

- سیدنا انس بن مالک رضی اللہ عنہ نے بیان کرتے ہیں:

((قَدِمَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ الْمَدِيْنَةَ وَلَهُمْ يَوْمَانِ يَلْعَبُوْنَ فِيْهِمَا فَقَالَ: مَاهٰذَانِ الْيَوْمَانِ؟ قَالُوْا: كُنَّا نَلْعَبُ فِيْهِمَا فِي الْجَاهِلِيَّةِ فَقَالَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ: اِنَّ اللّٰهَ قَدْ اَبْدَلَكُمْ بِهِمَا خَيْرًا مِنْهُمَا: يَوْمُ الْاَضْحٰى وَيَوْمُ الْفِطْرِ))[2]

''نبی ﷺ (مکہ سے ہجرت کر کے) مدینہ طیبہ تشریف لائے تو یہاں ان کے لیے کھیل کود کے دو دن تھے جن میں وہ کھیلتے کودتے تھے۔ آپ نے پوچھا: یہ دو دن کیا ہیں؟ انہوں نے کہا: ہم جاہلیت میں ان دونوں میں کھیلا کرتے تھے تو نبی

---

[1] ملاحظہ ہو مرعاۃ المفاتیح شرح مشکوۃ المصابیح ۵/ ۲۱

[2] مسلم کتاب الحج باب فضل العمرۃ فی رمضان (۱۲۵۶)

ابو داؤد کتاب الصلوۃ باب صلاۃ العیدین (۱۱۳۴)' مستدرک حاکم ۱/ ۲۹۴' بیهقی ۳/ ۲۷۷

کریم ﷺ نے فرمایا: یقیناً اللہ وحدہ لاشریک نے تمہارے لیے ان دونوں کا بہتر بدل عطاء فرمایا ہے اور وہ یوم الاضحیٰ اور یوم الفطر ہیں۔''

کفار ومشرکین مکہ زمانہ جاہلیت میں یوم نیروز اور یوم مہرجان بطور عید مناتے تھے۔

نیروز فارسی کے لفظ ''نوروز'' سے معرب ہے یعنی نیا دن۔ یہ شمسی سال کا پہلا دن ہے جس میں سورج برج حمل کی طرف پھرتا ہے اور مہرجان یوم المیزان کا پہلا دن ہے۔ یہ دونوں گرمی اور سردی کے لحاظ سے معتدل ہوتے ہیں اور اس میں دن رات برابر ہوتے ہیں۔ قدیم حکماء نے ان دو دنوں کو سیر وتفریح کے لیے منتخب کیا تھا اور ان کے زمانے کے لوگوں نے اپنے حکماء کی عقلوں کے کمال کا عقیدہ رکھتے ہوئے ان کی اس مسئلہ میں تقلید کی اور ان دنوں کو عید کے طور پر منانا شروع کر دیا۔ نبی اکرم ﷺ نے آکر اسے باطل قرار دیا ہے اور اللہ تعالیٰ کی توفیق سے ان دنوں کا بہتر بدل امت مسلمہ کو دے دیا گیا۔ عید الفطر سن دو ہجری میں شروع کی گئی۔ علامہ عبیداللہ رحمانی مبارکپوری رحمہ اللہ فرماتے ہیں:

((وَاتَّفَقُوا عَلٰی اَنَّ اَوَّلَ عِیدٍ صَلَّاہُ النَّبِیُّ ﷺ عِیدُ الْفِطْرِ فِی السَّنَةِ الثَّانِیَةِ مِنَ الْهِجْرَةِ))[1]

اہل علم اس بات پر متفق ہیں کہ نبی ﷺ کی پہلی نماز عید' عید الفطر ہے جو ۲/ ہجری میں مشروع ہوئی۔ کیونکہ رمضان المبارک کے روزے ۲ھ میں فرض ہوئے' تو اس حساب سے عید الفطر ۲ھ کو مقرر ہوئی اور عید الاضحیٰ کا مہینہ شوال کے بعد ہے۔ پس پہلی عید' عید الفطر ہے۔ یہی بات تقریباً علامہ محمد بن اسمٰعیل یمانی رحمہ اللہ نے سبل السلام ۸۳/۲ اور علامہ ابن اثیر جزری رحمہ اللہ نے اپنی تاریخ تاریخ الکامل ۴۳/۲ میں درج کی ہے۔

لہٰذا تمام مسلمانوں کو چاہیے کہ عید کے دن کو سنت نبوی کے مطابق گزاریں۔ عید کے دن کھیل کود' تماشہ' فلم بینی' لہو ولعب' کوتاہی وغفلت' عیش وعشرت' ہنسی ومذاق' ٹھٹھا ومسخرہ پن' فسق وفجور اور رنگ رلیاں منانے میں نہ گزاریں بلکہ اللہ غفور ورحیم کے آگے اپنے

[1] مرعاة المفاتیح ۲۱/۵

گناہوں کے جبل عظیم کو رکھ کر سجدہ ریزی کرتے ہوئے معافیاں مانگیں' جہاد کی تربیت وٹریننگ کی خاطر کمر بستہ ہو جائیں کیونکہ عید کے دن لشکر روانہ کرنا بھی سنت نبوی میں داخل ہے خصوصاً نوجوان طبقہ اپنی جوانی کو کام میں لاتے ہوئے جہاد کی تربیت لے کر رزم گاہوں اور میدان کارزار میں شریک ہو' تاکہ کفر کے ظلم وستم' جبر و استبداد اور بربیت وتسلط سے مسلمانوں کو آزاد کرایا جائے اور علم اسلام کو دنیا کے ہر گوشے میں بلند کیا جائے۔ اصل عید مجاہد کی ہی ہوتی ہے' جو اللہ تعالیٰ کو راضی کرنے کے لیے وادی کفر میں اتر کر کفر کی سطوت وحشمت کا خاتمہ کرتا ہے۔ کسی شاعر نے کیا خوب کہا ہے:

لَیسَ الْعِیدُ لِمَنْ لَبِسَ الْجَدِیدَ
اِنَّمَا الْعِیدُ لِمَنْ خَافَ الْوَعِیدَ

''عید اس شخص کی نہیں جس نے نیا لباس زیب تن کیا بلکہ عید صرف اس کی ہے جو اللہ تعالیٰ کے عذاب سے ڈر گیا۔''

مسلمانوں کو عید المبارک کی خوشیاں ومسرتیں مناتے ہوئے صدیاں بیت گئیں لیکن غلامانہ زندگی آج تک موجود ہے۔ مسلمان یہود وہنود کے سامنے جھکے ہوئے ہیں۔ پچاس سے زائد اسلامی ممالک کے سربراہان یہود ونصاریٰ کے ذہنی طور پر غلام ہیں۔ مسلمانوں کے ممالک میں کفریہ قوانین ودساتیر رائج ہیں۔ قبلہ اول یہود کے پنجۂ استبداد کا مشق ستم بنا ہوا ہے۔ بابری مسجد کے خون کے چھینٹے مسلمانان عالم کو شب و روز دعوت جہاد دے رہے ہیں۔ چیچنیا' کوسوو' فلپائن' کشمیر' فلسطین افغانستان وعراق وغیرہا جیسے ممالک مسلمانوں کی غیرت ایمانی کے لیے چیلنج بنے ہوئے ہیں۔ ہزاروں مائیں' بہنیں' بیٹیاں اپنی عفت وعصمت کی چادریں تار تار کروا بیٹھی ہیں لیکن اسلامیان عالم خوابِ غفلت کی لمبی چادریں تان کر سوئے ہوئے ہیں۔ عید کی خوشیاں اپنے حقیقی جوبن کے ساتھ اس دن منانے کا مزہ آئے گا جب ہر سو چاردانگ عالم میں پرچم اسلام لہرائے گا۔ کفر کا تسلط' غرور' نخوت' تکبر' رعونت' آن بان شان اور تعلی وشیخی خاک میں مل جائیں گی اور یہ مسلمانوں کے غلام ونوکر ہوں گے۔ جزیئے کی تھیلی بیت المال میں جمع ہوگی اور حدود اسلام کا نفاذ ہوگا۔ ان شاء اللہ۔

احکام عید

جوں ہی ماہ رمضان اختتام پذیر ہوگا تو عید کا چاند مسلمانوں کے لیے فرحت وسرور' بخشش ومغفرت اور رضوان ورحمت کا پیغام لیے طلوع ہوگا تو اس کو دیکھ کر وہی دعاء پڑھیں جو رمضان المبارک کا چاند دیکھ کر پڑھی ہوگی۔

۱ غسل کرنا: ایک آدمی نے سیدنا علی رضی اللہ عنہ سے غسل کے بارے میں سوال کیا تو انہوں نے فرمایا: اگر تم چاہو تو روزانہ غسل کرو۔ اس نے کہا: جس غسل کو غسل کہا جاتا ہے میں اس کے بارے میں سوال کرنا چاہتا ہوں۔ تو آپؓ نے فرمایا کہ وہ غسل جمعہ' عرفہ' قربانی اور عید الفطر کے دن ہے۔[1]

اسی طرح عبد اللہ بن عمر رضی اللہ عنہما سے مؤطا امام مالک ۱/ ۱۷۷' عبد الرزاق ۳/ ۳۰۹' ابن ابی شیبہ ۲/ ۱۷' بیہقی ۳/ ۲۷۸ میں سائب بن یزید رضی اللہ عنہ سے احکام العیدین للفریابی (۸۰) میں عید کے دن غسل کرنا بسند صحیح ثابت ہے۔

۲ اگر عید کے روز ہی جمعہ ہو تو عید کی نماز پڑھ لیں پھر جمعہ کی رخصت ہے۔[2]

۳ عید کے لیے نہ اذان ہے اور نہ ہی تکبیر۔[3]

۴ عید کے روز عید گاہ میں عید کی نماز کے علاوہ کوئی نفلی نماز نہیں۔[4]

۵ نبی صلی اللہ علیہ وسلم عید الفطر کی نماز سے پہلے کچھ کھا کر نکلتے اور عید الاضحیٰ کی نماز کے بعد کھاتے۔[5]

---

[1] بیہقی کتاب صلاۃ العیدین' باب غسل العید بن ۳/ ۲۷۸' مسند شافعی (۳۸۵)

[2] ابو داوٗد کتاب الصلاۃ باب اذا وافق یوم الجمعۃ یوم عید (۱۰۷۰)' نسائی (۱۵۹۰) ابن ماجہ (۱۳۱۰) ابن خزیمہ (۱۴۶۴)' مستدرك حاکم ۱/ ۲۸۸

[3] مسلم کتاب صلاۃ العیدین (۸۸۵)

[4] بخاری کتاب العیدین باب الخلبۃ بعد الصید (۹۶۴' ۹۸۹)' مسلم کتاب صلاۃ العیدین (۸۸۴)

[5] (ابن خزیمہ (۱۴۲۶)' ابن حبان (۵۹۴)

۶ راستہ بدل کر آنا۔[1]

۷ عیدالفطر کے روز طاق کھجوریں کھانا مسنون ہے۔[2]

۸ عید کی نماز کا وقت وہی ہے جو اشراق کی نماز کا ہے۔[3]

۹ گھر سے لے کر عید گاہ تک تکبیرات کہنا۔[4]

۱۰ عید کی نماز بستی سے باہر نکل کر ادا کرنا۔[5]

۱۱ عید کے دن بچیوں کا اچھے اشعار کہنا بھی جائز ہے۔[6]

۱۲ عید گاہ میں منبر کا نہ ہونا۔[7]

عید گاہ میں عورتوں کا جانا

عیدین کی نماز میں عورتوں کو بھی لازمی شرکت کرنی چاہیے۔ جو عورتیں ایام ماہواری میں ہوں وہ بھی عید گاہ کی طرف جائیں تاکہ وہ مسلمانوں کی دعاؤں میں شریک ہو جائیں۔

سیدہ ام عطیہؓ بیان فرماتی ہیں:

❁ ((عَنْ اُمِّ عَطِيَّةَ ؓ قَالَتْ: اَمَرَنَا اَنْ نُخْرِجَ الْحُيَّضَ يَوْمَ الْعِيْدَيْنِ وَذَوَاتِ الْخُدُوْرِ فَيَشْهَدْنَ جَمَاعَةَ الْمُسْلِمِيْنَ وَدَعْوَتَهُمْ وَتَعْتَزِلُ الْحُيَّضُ عَنْ مُصَلَّاهُنَّ قَالَتِ امْرَاَةٌ يَا رَسُوْلَ اللّٰهِ اِحْدَانَا لَيْسَ لَهَا جِلْبَابٌ؟ قَالَ لِتُلْبِسْهَا صَاحِبَتُهَا مِنْ جِلْبَابِهَا)) [8]

---

[1] بخاری کتاب العیدین باب من خالف الطریق اذا رجع (۹۸۶)

[2] بخاری کتاب العیدین باب الاکل یوم الفطر قبل الخروج (۹۵۳)

[3] ابوداوٗد کتاب الصلاۃ باب وقت الخروج الی العید (۱۱۳۵)

[4] بیہقی ۳/ ۲۷۹

[5] بخاری (۹۵۶) مسلم (۸۸۹)

[6] بخاری کتاب العیدین باب سنۃ العیدین لاھل الاسلام مسلم ۸۹۲) (۹۵۲، ۹۴۹

[7] بخاری باب الخروج الی المصلی بغیر منبر ص (۱۸۹)

[8] مشکوٰۃ (۱۴۳۱) بخاری کتاب الصلاۃ باب وجوب الصلاۃ فی الثیاب (۳۵۱)، مسلم کتاب صلاۃ العیدین باب ذکر اباحۃ خروج النساء فی العیدین (۸۹۰)

''ہمیں حکم دیا گیا ہے کہ ہم عیدین کے دن حیض والی اور پردہ دار دوشیزاؤں کو نکالیں تاکہ وہ مسلمانوں کی جماعت اور ان کی دعاء میں شریک ہو جائیں اور حائضہ عورتیں نماز والی جگہ سے علیحدہ رہیں۔ ایک عورت نے کہا: اے اللہ کے رسول ﷺ! ہم میں سے کسی کے پاس بڑی چادر نہ ہو تو؟ آپؐ نے فرمایا: اسے اس کی ساتھ والی چادر اوڑھا دے۔''

عورتیں عید گاہ کی طرف زیور پہن کر جا سکتی ہیں۔ صحابیات (رضی اللہ عنہن) عید کے روز زیور پہن کر گئی تھیں۔ جب نبی ﷺ نے انہیں وعظ و نصیحت کی اور صدقے کا حکم دیا تو انہوں نے اپنی بالیاں اور انگوٹھیاں اتار کر بلال رضی اللہ عنہ کے کپڑے میں ڈال دیں۔[1]

تکبیرات عید:

- سیدنا علی رضی اللہ عنہ ۹ ذی الحج کی فجر سے لے کر ۱۳ ذی الحج کی عصر تک تکبیرات کہتے۔[2]
- عبداللہ بن عمر رضی اللہ عنہما عید الفطر کے دن گھر سے لے کر عید گاہ تک تکبیریں کہتے جاتے۔[3]

تکبیرات کے الفاظ:

- عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما یہ الفاظ کہتے:

((اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا، اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَاَجَلُّ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ وَلِلّٰهِ الْحَمْدُ))[4]

- سیدنا سلمان فارسی رضی اللہ عنہ سے اس طرح تکبرات کے الفاظ آئے ہیں:

((اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ، اَللّٰهُ اَكْبَرُ كَبِيْرًا))[5]

---

[1] بخاری کتاب العلم باب عظة الامام النساء تعلیمهن (۹۸)
[2] بیهقی ۳/ ۲۷۹
[3] بیهقی ۳/ ۲۷۹
[4] ابن ابی شیبه ۱/ ۴۸۹، ۴۹۰
[5] بیهقی ۳/ ۳۱۶

نماز عید ادا کرنے کا طریقہ:

- نبی کریم ﷺ عید گاہ پہنچ کر پہلے دو رکعت نماز کی امامت کراتے پھر خطبہ دیتے اور لوگ صفوں میں بیٹھے رہتے خطبہ میں لوگوں کو وعظ و نصیحت کرتے اور حکم دیتے پھر واپس لوٹتے۔[1]

اس کا طریقہ یہ ہے کہ باوضوء ہو کر قبلہ رخ ہوں اور نماز عید کی نیت کے ساتھ دو رکعت نماز اس طرح ادا کریں کہ اللہ اکبر کہہ کر ہاتھ کندھوں یا کانوں تک اٹھائیں پھر سینے پر باندھ لیں۔ دعائے استفتاح پڑھیں پھر قرأت سے پہلے سات تکبیریں کہیں۔

- سیدنا عبداللہ بن عمرو رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((قَالَ نَبِيُّ اللّٰهِ ﷺ: اَلتَّكْبِيْرُ فِي الْفِطْرِ سَبْعٌ فِي الْأُوْلٰى وَخَمْسٌ فِي الْآخِرَةِ وَالْقِرَاءَةِ بَعْدَ هُمَا كِلْتَيْهِمَا)) [2]

"نبی ﷺ نے فرمایا: عید الفطر کی پہلی رکعت میں سات اور دوسری میں پانچ تکبیرات ہیں اور قرأت ان کے بعد ہے۔"

تمام تکبیرات کے ساتھ رفع الیدین کریں اور ہاتھ باندھ لیں کیونکہ قیام میں بالاتفاق ہاتھ باندھے جاتے ہیں۔ تکبیرات کے بعد سورۃ فاتحہ پڑھیں۔ اس کے بعد امام پہلی رکعت میں سورۃ ﴿ق﴾ یا سورۃ ﴿الاعلٰی﴾ پڑھے۔[3]

پھر رفع الیدین کے ساتھ تکبیر کہہ کر رکوع کریں۔ غرض پھر جیسے عام طور پر نماز پڑھتے

---

[1] بخاری۔ کتاب العیدین۔ باب الخروج الی المصل بغیر منبر (۹۵۶) مسلم۔ کتاب صلاۃ العیدین (۸۸۹)

[2] ابو داوٗد (۱۱۵۱)، بیہقی ۳/ ۲۸۵، دار قطنی ۲/ ۴۸)

یہی حدیث سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے مسند احمد اور ابو داؤد میں اور عبدالرحمٰن بن عوف رضی اللہ عنہ سے مسند بزار میں اور ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مسند احمد میں موجود ہے۔ مزید تفصیل کے لیے امام فریابی رحمہ اللہ کی کتاب "احکام العیدین" ملاحظہ ہو۔ یہ کثرت شواہد کی بنا پر صحیح ہے۔

[3] مسلم (۸۹۰، ۸۷۸)

ہیں پڑھیں۔ اس طرح رکعت مکمل کر کے اٹھیں۔ دوسری رکعت میں قرأۃ سے پہلے پانچ تکبیریں مع رفع الیدین کہیں اور اس رکعت میں امام فاتحہ کے بعد سورۃ قمر یا غاشیہ پڑھے۔[1]

پھر حسب معمول رکعت مکمل کریں۔

نماز سے فارغ ہو کر خاموشی سے امام کا خطبہ سنیں۔ نماز عید کا صرف ایک خطبہ ہی مسنون ہے۔ جمعہ کی طرح دو خطبے کسی صحیح حدیث سے ثابت نہیں۔



[1] مسلم کتاب صلاۃ العیدین باب ما یقرا فی صلاۃ العیدین (۸۹۱، ۸۷۸)

نماز عید کے بعد جہادی قافلوں کی روانگی

سیدنا ابو سعید خدری رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں:

((كَانَ النَّبِيُّ ﷺ يَخْرُجُ يَوْمَ الْفِطْرِ وَالْاَضْحٰى اِلَى الْمُصَلّٰى فَاَوَّلُ شَيْءٍ يَبْدَأُ بِهِ الصَّلَاةُ ثُمَّ يَنْصَرِفُ فَيَقُوْمُ مُقَابِلَ النَّاسِ وَالنَّاسُ جُلُوْسٌ عَلٰى صُفُوْفِهِمْ فَيَعِظُهُمْ وَيُوْصِيْهِمْ وَيَاْمُرُهُمْ فَاِنْ كَانَ يُرِيْدُ اَنْ يَقْطَعَ بَعْثًا قَطَعَهٗ اَوْيَاْمُرَ بِشَيْءٍ اَمَرَبِهٖ ثُمَّ يَنْصَرِفُ......))[1]

"نبی کریم ﷺ عید الفطر اور عید الاضحیٰ کے دن عید گاہ کی طرف نکلتے تھے۔ سب سے پہلے نماز عید ادا کرتے پھر نماز سے فارغ ہو کر لوگوں کے سامنے کھڑے ہو جاتے اور لوگ اپنی صفوں میں بیٹھ جاتے۔ آپ انہیں وعظ و نصیحت کرتے اور حکم دیتے۔ اگر آپ کوئی لشکر روانہ کرنا چاہتے تو اسے بھیجتے یا کسی اور کام کا حکم کرنا ہوتا تو حکم دیتے پھر واپس پلٹتے۔"

اس حدیث سے معلوم ہوا کہ مسلمانوں کو عید المبارک کے موقع پر جہاد جیسے اہم ستون کو نظر انداز نہیں کرنا چاہیے بلکہ مسلمانوں کا امام وعظ و نصیحت بھی کرے اور جہاد کے لیے جہاں جہاں ضرورت ہو قافلے بھی روانہ کرے کیونکہ موجودہ دور میں مسلمانوں کی حالت ناگفتہ بہ ہے۔ ان کے اندر جذبہ جہاد بیدار کرنا' ان کے مردہ ضمیر کو غیرت ایمانی کی جلا بخشنا' تربیت و تدریب پر ابھارنا اور معسکرات کی طرف نکالنا علماء و خطباء کا کام ہے۔ لہٰذا اس

[1] بخاری کتاب العیدین (۹۵۶)

اہمیت کو کبھی بھی پس پشت نہ ڈالیں۔ عید والے دن فنون حرب اور جنگی کھیلوں کا مظاہرہ کیا جائے۔

امام بخاری رحمہ اللہ نے کتاب العیدین میں باب الحراب والدرق یوم العید (ص ۱۸۸) باندھ کر حبشہ کے لوگوں کا برچھوں اور ڈھالوں سے کھیلنے کا ذکر جس حدیث میں وارد ہوا ہے اس کا ذکر کیا ہے اور یہ کھیل نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے خود بھی دیکھا اور سیدہ عائشہ صدیقہ رضی اللہ عنہا کو آپ نے اپنے پیچھے کھڑا کر کے دکھایا۔ (ملاحظہ ہو بخاری ۹۵۰)

اس حدیث کی روشنی میں ہمیں یہ سبق ملتا ہے کہ ہم عید کے روز اگر کوئی کھیل کھیلنا چاہیں تو وہ ایسا ہو جس کا اسلام کو فائدہ ہو۔ اسلامی کھیلوں میں گھڑ سواری (Riding)' تیراکی (Swiming) پیدل چلنا (Jodging) اور نشانہ بازی وغیرہ جہادی کھیل کھیلیں اور لوگوں کو ان کی اہمیت بتلا کر ان کے اندر جذبہ جہاد پیدا کریں' تاکہ امت مسلمہ اپنے شاندار اور تابناک ماضی کو از سر نو زندہ کر سکے اور نوجوان طبقے کی تدریب وٹریننگ کے لیے مجاہدین کشمیر و افغانستان کے معسکرات حاضر ہیں۔ وہاں پہنچیں اور جہاد کی تربیت لیں۔ اللہ ہمارا حامی و ناصر ہو۔ آمین



نقشہ غزوات وسرایا جو عہد نبوی ﷺ میں رمضان المبارک میں ہوئیں

نمبر شمار	غزوہ یا سریہ کا نام مع تاریخ	لشکر اسلام کی تعداد و نام سردار	لشکر دشمن کی تعداد مع نام سردار	مسلمانوں کا نقصان	دشمن کا نقصان	نتیجہ	کیفیت
①	سریہ سیف البحر رمضان ۱ھ	۳۰ امیر حمزہ بن عبدالمطلب	۳۳۰ ابوجہل			گھات لگا کر مسلمان واپس آئے	یہ سریہ احوال مکہ کے تجسس کے لیے بھیجا گیا تھا دشمن نے مسلمانوں کو باخبر پایا اور لوٹ گیا
②	غزوہ بدر الکبری رمضان ۲ھ	نبی اکرم ﷺ	۱۰۰۰ ابوجہل	زخمی یا اسیر × شہید ۲۲	زخمی یا اسیر ۷۰ مقتول ۷۰	مسلمانوں کی فتح ہوئی	بدر مکہ سے سات منزل اور مدینہ سے تین منزل ہے دشمن دو تہائی سفر طے کر چکا تب ثابت ہو گیا کہ وہ مدینہ آ رہا ہے تو نبی ﷺ مدافعت کے لیے نکلے

③	سریہ عمیر بن العدی الخطمی ا رمضان ۲ھ	ایک عمیر	ایک مسماۃ عصماء بنت مروان خطیمہ			عصماء قتل ہوئی	عمیر نے اپنی رشتہ کی بہن کو جو اپنی قوم کو نبی ﷺ کے خلاف جنگ پر اکسایا کرتی تھی چھری سے قتل کر دیا
④	سریہ ام قرفہ رمضان ۶ھ	ابوبکر صدیق رضی اللہ عنہ	قوم فزارہ زیر سرداری ام قرفہ		زخمی یا اسیر ۲	دشمن کو شکست ہوئی	بنوفزارہ نے ام قرفہ کی تحریک سے زید بن حارثہ کے تاجرانہ قافلوں کو لوٹا تھا اس ڈکیتی کی وجہ سے ان کی گرفتاری کی گئی ام قرفہ اور اس کی دختر بھی گرفتار ہوئی تھی باقی سب بھاگ گئے تھے (مسلم)
⑤	سریہ مقعہ رمضان ھ	غالب بن عبداللہ لیثی	اہل مقعہ			خفیف لڑائی ہوئی	یہ لوگ اہل خیبر کے اتحادی تھے

٦	سریہ خربہ رمضان ۷ھ	اسامہ بن زید	اہل خربہ			خفیف لڑائی ہوئی	سیدنا اسامہ مع ہمراہیاں چلے آتے تھے راہ میں ایک شخص پہاڑ سے نیچے اترتا ہوا سیدھا ان کی طرف آیا اسامہ نے باوجود کلمہ شہادت پڑھنے کے تلوار سے مار دیا پس ایک مسلمان مارا گیا
٧	غزوۂ فتح مکہ رمضان المبارک ۸ھ	۱۰۰۰۰ نبی کریم ﷺ	قریش مکہ	۲ شہید ہوئے	۱۲ مقتول ہوئے	فتح ہوئی	نبی ﷺ نے حکم دیا تھا کہ لشکر مکہ کو جائے اور جب تک کوئی مسلح دستہ مزاحم نہ ہو ہتھیار کا استعمال نہ کیا جائے لشکر میں مختلف راستوں سے داخل ہو صرف ایک دستہ فوج کی مزاحمت ہوئی نبی ﷺ نے قبضہ شہر کے بعد سب کو عام معافی دی

۸	سریہ خالد رمضان ھ	خالد بن ولید	بت خانہ عزا				عزی قبیلہ بنو کنانہ کا بت تھا اسے خالد بن ولید نے جا کر توڑ دیا تھا۔
۹	سریہ عمرو بن العاص رمضان	عمرو بن العاص	بنت خانہ سواع				سواع قبیلہ بنو ہذیل کا بت تھا عمرو بن العاص نے توڑا تھا
۱۰	سریہ سعد اشہلی رمضان ھ	سعد بن زید الاشہلی الانصاری	بت خانہ منات				منات قبیلہ اوس اور خزرج کا بت تھا سعد اشہلی نے توڑا تھا

عرب علماء کے فتاویٰ جات

یہاں ہم عرب علماء کے فتاویٰ جات خاص طور پر دے رہے ہیں۔ اللہ کریم نے ان علماء کو بہت بصیرت دی ہے۔ جب بھی کسی کو رمضان کے متعلق کوئی نیا اشکال پیش آتا ہے۔ کسی نئی پریشانی کا سامنا کرنا پڑتا ہے' اور جدید شکوک وشبہات سے واسطہ پڑتا ہے تو وہ فوری طور پر عرب علماء کی طرف رجوع کرتا ہے۔ وہ قرآن و حدیث کی شفاف تعلیمات کی روشنی میں اس کا مسئلہ حل کرتے ہیں اور اس کی بھرپور رہنمائی کرتے ہیں۔

چند اہم فتاویٰ ملاحظہ کریں۔ اور ان کے لیے دنیا و آخرت میں کامیاب ہونے کی دعا کریں۔

روزہ رکھنا اور چھوڑنا اقامت والے شہر کے تابع ہوگا

سوال: میں مشرقی ایشیا سے تعلق رکھتا ہوں۔ ہمارے ہاں ہجری مہینہ سعودی عرب کی مملکت سے ایک دن بعد ہوتا ہے اور ہم طالب علم اس سال رمضان کے مہینہ میں اپنے وطن کو سفر کریں گے۔ رسول اللہ ﷺ نے فرمایا ہے: ''چاند دیکھ کر روزے شروع کرو اور چاند دیکھ کر ہی ختم کرو'' ...... تا آخر حدیث۔

اور ہم نے مملکت سعودیہ میں روزے شروع کئے۔ پھر ہم ماہ رمضان میں اپنے ملک کو جائیں گے اور یہ ممکن ہے کہ ہم رمضان کے آخر تک اکتیس دن روزے رکھیں۔

میرا سوال یہ ہے کہ ہمارے روزوں کے متعلق کیا حکم ہے اور ہم کتنے دن روزے رکھیں؟

فتویٰ: آپ سعودی عرب میں یا کسی اور جگہ روزے رکھیں۔ پھر باقی ماہ کے روزے اپنے ملک رکھیں تو جب وہاں کے لوگ روزے چھوڑیں تب آپ بھی چھوڑیں' خواہ یہ تیس دن سے زیادہ ہو جائیں۔ کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((الصَّوْمُ يَوْمَ تَصُوْمُوْنَ' وَالْاَفْطَارُ يَوْمَ تُفْطِرُوْنَ)) [1]

---

[1] مسند بزار (۱/ ۴۸۶)' مسند طیالسی (۳۴۹)' ابن خزیمۃ (۳/ ۲۳۱)

جس دن تم روزے شروع کرو وہ روزہ کا دن ہے اور جس دن روزے چھوڑ دو وہ افطار کا دن ہے۔ تاہم اگر تم انتیس دن روزے پورے نہ کر سکو تو تمہارے لئے تیسویں دن کا روزہ ضروری ہے۔ کیونکہ قمری مہینہ ۲۹ دن سے کم کا نہیں ہو سکتا۔

ہوائی سفر میں روزہ کب افطار کریں؟

سوال: ہم رمضان کے مہینہ میں مغرب کی اذان سے تقریباً ایک گھنٹہ قبل باذن اللہ تعالیٰ ریاض سے ہوائی جہاز کے ذریعہ روانہ ہوئے۔ مغرب کی اذان ہونے والی تھی اور ہم سعودیہ کی فضاؤں میں تھے۔ تو کیا ہم روزہ چھوڑ دیں۔ جب کہ ہم سورج دیکھ رہے تھے جو خاصا بلند تھا اور ہم فضا میں تھے۔ یا ہم روزہ رکھے رہیں اور اپنے ملک جا کر روزہ چھوڑیں یا ہم محض سعودیہ کی اذان کے وقت کے مطابق روزہ چھوڑ سکتے ہیں؟

فتویٰ: جب طیارہ ریاض سے بلند ہوا اور مثلاً وہ غروب آفتاب سے پہلے مغرب ہی کی طرف روانہ ہوا تو جب تک سورج غروب نہ ہو آپ روزہ رکھے رہیں گے۔ آپ خواہ فضا میں ہوں یا اپنے ملک میں اتریں' سورج غروب ہونے پر ہی آپ روزہ چھوڑیں۔ کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((اذا اقبَلَ الليلُ من ههُنا' وأدبَرَ النَّهارُ مِنْ هٰهُنَا وَغَرَبَتِ الشَّمْسُ فقَدْ أَفطَرَ الصَّائِمُ)) [1]

جب ادھر رات بڑھ آئے اور ادھر سے دن پیچھے ہٹ جائے تو اس وقت روزہ دار روزہ چھوڑے۔ (اس حدیث کی صحت پر شیخین کا اتفاق ہے۔)

جس شخص کو ماہ رمضان ہو جانے کا علم ہی طلوع فجر کے بعد ہو

سوال: آپ سے اس شخص کے حکم کے متعلق سوال ہے جسے ماہ رمضان کے واقع ہو جانے کا

[1] بخاري۔ كتاب الصوم۔ باب متى يحل فطر الصائم (۱۹۵۴) مسلم۔ كتاب الصيام باب بيان وقت انقضاء الصوم (۱۱۰۰)

علم ہی طلوع فجر کے بعد ہو وہ کیا کرے؟

فتویٰ: جس شخص کو ماہ رمضان کے ہو جانے کا علم ہی طلوع فجر کے بعد ہو اس کے لئے لازم ہے کہ وہ باقی دن ان چیزوں سے پرہیز رکھے جو روزہ نہ ہونے کی صورت میں حلال ہوتی ہیں۔ کیونکہ وہ رمضان کا دن ہے اور مقیم کے لئے جائز نہیں کہ وہ مفطرات میں سے کوئی چیز کھائے۔ لیکن اسے اس روزہ کی قضا دینا ہوگی کیونکہ اس نے فجر سے پہلے روزوں کی رات نہیں گزاری اور نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے فرمایا:

((من لَم يُجمِعِ الصِّيَامَ قَبلَ طُلُوعِ الفَجرِ فَلَا صِيَامَ لَهٗ))[1]

''جس نے طلوع فجر سے پہلے روزے کی نیت نہ کر لی اس کا روزہ نہیں۔''

اور ابن قدامہ رحمہ اللہ نے مغنی میں اس کے موافق نقل کیا ہے اور یہ عام فقہاء کا قول ہے...... اور اس سے مراد فرضی روزے ہیں۔ جیسا کہ ہم نے حدیث شریف سے ذکر کیا ہے۔

رہے نفلی روزے تو وہ دن کے دوران نیت سے بھی جائز ہیں۔ بشرطیکہ مفطرات سے کوئی چیز نہ کھائی ہو۔ کیونکہ نبی ﷺ سے صحیح طور پر ثابت ہے جو اس پر دلالت کرتا ہے۔

ہم اللہ سے سوال کرتے ہیں کہ وہ مسلمانوں کو اس بات کی توفیق دے جو اسے پسند ہو اور ان سے ان کے روزے اور ان کا قیام قبول فرمائے۔ وہ سننے والا ہے قریب ہے......

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَّآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ۔

سوال: میں ہسپتال میں علاج کرا رہا ہوں اور ایسی دوا کھا لیتا ہوں جو شدید بھوک کا سبب بن جاتی ہے۔ کیا میں روزہ چھوڑ دوں یا صبر کیے رہوں؟

❀ میں اپنی عمر کے سولھویں سال میں ہوں اور تقریباً عرصہ پانچ سال سے اب تک مستقل

---

[1] ابو داؤد۔ کتاب الصیام۔ باب النیة فی الصیام (۲۴۵۴) ترمذی کتاب الصوم باب ما جاء لا صیام لمن لم یعزم من اللیل (۷۳۰) نسائی۔ کتاب الصیام باب ذکر اختلاف الناقلین لخبر حفصة...... (۲۳۳۰) ابن ماجه (۱۷۰۰)

ملک فیصل میں خصوصی علاج کرا رہا ہوں۔ پچھلے سال ماہ رمضان میں ڈاکٹر نے حکم دیا کہ میری ورید میں کیمیاوی علاج دیا جائے اور میں روزہ دار تھا اور یہ علاج بڑا قوی' معدہ اور تمام جسم پر اثر انداز ہونے والا تھا۔ ایک دن جب میں یہ علاج کرا رہا تھا تو مجھے سخت بھوک محسوس ہوئی جبکہ ابھی فجر کو تقریباً سات گھنٹے گزرے تھے۔ عصر کے قریب مجھے اتنی درد ہوئی کہ یوں محسوس ہونے لگا کہ میں مرجاؤں گا' لیکن میں نے مغرب کی اذان تک روزہ نہ چھوڑا...... اور اس سال ماہ رمضان میں ان شاء اللہ ڈاکٹر مجھے یہی علاج کرنے کا حکم دے گا۔ کیا اس دن میں روزہ چھوڑ دوں یا نہ چھوڑوں؟ اور اگر میں روزہ نہ چھوڑوں تو کیا اس دن کی قضا مجھے دینا پڑے گی؟ اور کیا ورید میں خون لینے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟ اور اسی طرح اس علاج سے جس کا میں نے ذکر کیا ہے (روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟) مجھے مطلع فرمائیں۔ جزاکم اللہ خیرا

جواب: ماہ رمضان میں مریض کے لئے روزہ نہ رکھنا مشروع ہے جب کہ روزہ اسے نقصان دیتا ہو یا اس پر گراں گزرتا ہو یا دن کے وقت اسے علاج کی خاطر گولیاں کھانے یا دوائی پینے کی ضرورت پیش آئے۔ کیونکہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

((وَمَن كَانَ مَرِيضًا اَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ اَيَّامٍ اُخَرَ))

''اور جو شخص تم میں سے مریض ہو یا سفر میں ہو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرلے۔''

کون پسند کرتا ہے کہ اس کی نافرمانی کی جائے۔[1]

اور ایک دوسری روایت میں کہا

((كَمَا يُحِبُّ اَنْ تُؤْتٰى عَزَائِمُهٗ)) [2]

(''جیسے وہ پسند کرتا ہے کہ اس کے ضروری (واجبی) احکام پر عمل کیا جائے) کے

[1] مسند احمد (۲/ ۱۰۸) مسند البزار (۹۸۸۔ الکشف) صحیح ابن خزیمۃ (۹۵۰) شعب الایمان (۳۸۹۰)

[2] صحیح ابن حبان (۳۵۶۸)

الفاظ ہیں۔''

رہی تحلیل یا کسی دوسرے مقصد کے لئے ورید میں خون لینے کی بات' تو صحیح قول یہی ہے کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ لیکن اگر زیادہ خون لینا پڑے تو بہتر یہ ہے کہ اسے رات تک مؤخر کر دیا جائے۔ اگر دن کو کرے تو پھر محتاط روش یہ ہے کہ اسے حجامت (پچھنے لگوانا) کی مانند قرار دے کر اس کی قضاء دے۔

مریضہ ہوں' رمضان کے کچھ روزے نہیں رکھے' کفارہ کیا ہے؟

سوال: میں ایک شادی شدہ مریضہ ہوں۔ میں نے گزشتہ رمضان میں بعض روزے چھوڑے ہیں اور اپنے مرض کی وجہ سے ان کی قضاء نہیں دے سکتی۔ ان کا کفارہ کیا ہوگا؟ اسی طرح اس سال بھی میں رمضان کے روزے نہ رکھ سکوں گی۔ ان کا کفارہ کیا ہوگا؟

فتویٰ: ایسا مریض جس پر روزے شاق ہوں اسے روزہ نہ رکھنا مشروع ہے۔ جب اللہ اسے شفاء دے اس کی قضا دے دے جو اس کے ذمہ ہیں۔ چنانچہ اللہ سبحانہ وتعالیٰ فرماتے ہیں:

﴿وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ (البقرہ: ۲/ ۱۸۵)

''اور جو تم میں سے مریض ہو یا سفر میں ہو وہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرلے۔ لہٰذا اے سائلہ! آپ پر روزہ نہ رکھنے کی وجہ سے تنگی نہیں اور اس مہینہ میں بھی' جب تک مرض باقی ہے' روزہ چھوڑنے میں کوئی حرج نہیں۔ کیونکہ روزہ چھوڑنا مریض اور مسافر کے لئے اللہ تعالیٰ کی طرف سے رخصت ہے اور اللہ سبحانہ تعالیٰ اس بات کو پسند فرماتا ہے کہ اس کی رخصتوں کو قبول کیا جائے۔ جیسے اس بات کو ناپسند کرتا ہے کہ اس کی نافرمانی کی جائے۔

آپ پر کوئی کفارہ نہیں۔ لیکن جب اللہ تعالیٰ آپ کو مرض سے نجات دے تو پھر ان کی قضاء لازم ہے۔ اللہ تعالیٰ آپ کو ہر بیماری سے شفاء دے اور ہماری اور آپ کی بیماریاں

دور کرے۔

دن کے وقت احتلام ہو گیا تو کیا روزہ ٹوٹ گیا؟

سوال: جب رمضان میں دن کے وقت روزہ دار کو احتلام ہو جائے تو کیا وہ اس کے روزہ کو باطل کر دے گا یا نہیں؟ اور کیا اس پر جلد غسل واجب ہے؟

فتویٰ: احتلام روزہ کو باطل نہیں کرتا کیونکہ یہ بات روزہ دار کے اختیار میں نہیں ہوتی۔ البتہ اس صورت میں غسل واجب ہے، جبکہ منی لگی ہوئی دیکھ لے۔

اگر اسے نماز فجر کے بعد احتلام ہو اور وہ ظہر کی نماز کے وقت تک غسل کو مؤخر کر لے تو بھی کوئی حرج نہیں...... اسی طرح اگر وہ رات کو اپنی بیوی سے صحبت کرے اور طلوع فجر کے بعد غسل کرے تو اس میں بھی کوئی حرج نہیں۔ چنانچہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ جماع سے جنبی حالت میں صبح کرتے پھر نہاتے اور روزہ رکھتے۔

حیض اور نفاس والی عورتوں کو بھی یہی صورت ہے۔ اگر وہ رات کو پاک ہو جائیں اور طلوع فجر کے بعد نہائیں تو اس میں کوئی حرج نہیں اور ان کا روزہ صحیح ہو گا...... لیکن انہیں اور اسی طرح جنبی کو بھی یہ جائز نہیں کہ وہ طلوع آفتاب یا نماز فجر کو مؤخر کرے۔ بلکہ ان سب پر واجب ہے کہ نہانے میں جلدی کریں تاکہ طلوع آفتاب سے پہلے نماز فجر کو اپنے وقت پر ادا کر سکیں۔

اور مرد پر لازم ہے کہ جنابت کے غسل سے جلدی فارغ ہو اور فجر کی نماز باجماعت ادا کر سکے...... اور توفیق دینے والا تو اللہ تعالیٰ ہی ہے۔

کیا احتلام، جسم سے خون نکلے اور قے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے؟

سوال: میں نے روزہ رکھا تھا اور مسجد میں سو گیا۔ جب بیدار ہوا تو معلوم ہوا کہ مجھے احتلام ہوا ہے۔ کیا احتلام روزہ پر اثر انداز ہوتا ہے؟ یہ خیال رہے کہ میں نے غسل نہیں کیا اور نہانے کے بغیر ہی نماز ادا کر لی۔

❀ ایک دفعہ یوں ہوا کہ مجھے سر میں پتھر لگا۔ جس سے میرے سر سے خون بہہ نکلا۔ کیا خون بہنے کی وجہ سے میرا روزہ ٹوٹ گیا؟

❀ اسی طرح کیا قے سے روزہ فاسد ہو جاتا ہے یا نہیں؟ امید ہے آپ مجھے مستفید فرمائیں گے۔

فتویٰ: احتلام سے روزہ فاسد نہیں ہوتا کیونکہ یہ بندے کے بس کی بات نہیں۔ لیکن جب منی نکلے تو اس پر غسل جنابت لازم ہے۔ کیونکہ نبی ﷺ سے اس بارے میں پوچھا گیا تو آپ نے فرمایا کہ جب احتلام والا پانی یعنی منی دیکھے تو اس پر غسل واجب ہے۔[1]

❀ یہ جو آپ نے بلا غسل نماز ادا کی۔ یہ آپ سے غلطی ہوئی ہے اور بہت بری بات ہے۔ اب آپ پر لازم ہے کہ اس نماز کو دھرائیں اور اللہ سبحانہ وتعالیٰ کی طرف توبہ بھی کریں۔

❀ اور جو پتھر آپ کے سر پر لگا' جس سے خون بہہ نکلا' تو اس سے آپ کا روزہ باطل نہیں ہوگا۔

❀ اور جو قے آپ کے اندر سے نکلی۔ اس میں بھی آپ کا کچھ اختیار نہ تھا' لہٰذا آپ کا روزہ باطل نہیں ہوا۔ کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا ہے:

((مَنْ ذَرَعَهُ الْقَيْءُ فَلَا قَضَاءَ عَلَيْهِ' وَمَنِ اسْتَقَاءَ فَعَلَيْهِ الْقَضَاءُ))[2]

''جسے بے اختیار قے آئی' اس پر روزہ کی قضاء نہیں اور جس نے عمداً قے کی' اس پر قضاء ہے۔ اس حدیث کو احمد اور اہل سنن نے اسناد صحیح کے ساتھ روایت کیا۔

---

[1] ابوداؤد۔ کتاب الطهارة۔ باب فی الرجل یجد البلة فی منامة (۲۳۶) ترمذی کتاب الطهارة باب ما جاء فیمن یستیقظ فیری بلا ...... (۱۱۳) ابن ماجه کتاب الطهارة باب من احتلم ولم یربللا (۶۱۲)

[2] ابوداؤد۔ کتاب الصیام۔ باب الصائم یستقی عامدا (۲۳۸۰) ترمذی۔ کتاب الصوم۔ باب ما جاء فیمن استقاء عمداً (۷۲۰) ابن ماجه۔ کتاب الصیام باب ما جاء من الصائم یقئی (۱۶۷۶)

نصف شعبان کے روزوں کا حکم

فتویٰ: ہر مہینہ میں ان تین دنوں کے روزے مستحب ہیں۔ خواہ یہ شعبان کے ہوں یا کسی اور مہینہ کے۔ جیسا کہ نبی ﷺ سے ثابت ہے کہ آپ نے عبداللہ بن عمرو بن عاص کو ان کا حکم دیا۔[1] نیز آپ ﷺ سے یہ بھی ثابت ہے کہ آپؐ نے ابوالدردا[2] اور ابوہریرہ رضی اللہ عنہما کو ان کی وصیت فرمائی اور جو شخص بعض مہینوں میں یہ روزے رکھ لے[3] اور بعض میں چھوڑ دے یا کبھی رکھ لے اور کبھی چھوڑ دے تو بھی کوئی بات نہیں۔ کیونکہ یہ نفلی روزے ہیں' فرضی نہیں اور بہتر یہ ہے کہ اگر کسی کو میسر آ سکے تو ہر ماہ ان دنوں کے روزے رکھتا رہے۔

صدقہ فطر کی قیمت؟

سوال: صدقہ فطر کی کیا قیمت ہے؟

فتویٰ: غالباً اس سے سائل کی مراد رمضان کا صدقہ فطر ہے اس میں واجب شہر یا علاقہ والوں کی عام خوراک کا ایک صاع ہے۔ خواہ یہ چاول ہوں یا گندم' کھجور یا اور کوئی غلہ وغیرہ اور یہ صدقہ مسلمانوں کے ہر فرد خواہ وہ مرد ہو یا عورت' آزاد ہو یا غلام' چھوٹا ہو یا بڑا' کی طرف سے ادا کیا جائے گا۔ جیسا کہ رسول اللہ ﷺ کی احادیث صحیحہ سے ثابت ہے۔

یہ صدقہ عید کی نماز کی طرف روانگی سے پیشتر ادا کر دینا لازم ہے اور اگر عید سے ایک دو دن پہلے ہی ادا کر دیا جائے تو بھی کوئی حرج نہیں۔ کلو کے حساب سے اس کی مقدار تقریباً

---

[1] بخاری۔ کتاب لاصوم باب صوم الدهر (۱۹۷۶) مسلم كتاب الصيام باب النهى عن صوم الدهر عن تضرر به (۱۱۵۹)

[2] مسلم۔ كتاب صلاة المسافرين باب استحباب صلاة الضحى (۷۲۲)

[3] بخاری۔ كتاب الصوم۔ باب صيام البيض (۱۹۸۱) مسلم۔ كتاب صلاة المسافرين باب استحباب صلاة الضحى (۷۲۱)

تین کلو بنتی ہے۔

بے نماز کا روزہ مؤثر ہے؟

سوال: بعض علماء ایسے مسلمان فرد کو عیب دار بتاتے ہیں جو روزہ رکھتا ہے' مگر نماز نہیں پڑھتا۔ حالانکہ نماز کا روزے میں کیا دخل ہے جب کہ میں روزہ رکھ کر جنت میں باب الریان کے ذریعے داخل ہونے والوں کے ساتھ داخل ہونا چاہتا ہوں اور یہ بات معلوم ہے کہ روزہ ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک کے گناہوں کے کفارے کا سبب ہے۔ براہ کرم وضاحت فرمائیں۔ اللہ آپ کو توفیق عطاء فرمائے۔

فتویٰ: وہ لوگ جو آپ پر نماز نہ پڑھنے اور روزہ رکھنے کے باعث گرفت کرتے ہیں حق پر ہیں اور یہ اس لئے ہے کہ نماز دین کا ستون ہے اور اسلام اس کے بغیر قائم نہیں ہوتا اور نماز کو قصداً چھوڑ دینے والا شخص کافر ہے اور دین اسلام سے خارج ہے اور کافر کا روزہ' صدقہ' حج یا کوئی بھی نیک عمل' اللہ کے ہاں مقبول نہیں۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

﴿وَمَا مَنَعَهُمْ أَنْ تُقْبَلَ مِنْهُمْ نَفَقَاتُهُمْ إِلَّا أَنَّهُمْ كَفَرُوا بِاللَّهِ وَبِرَسُولِهِ وَلَا يَأْتُونَ الصَّلَاةَ إِلَّا وَهُمْ كُسَالَى وَلَا يُنْفِقُونَ إِلَّا وَهُمْ كَارِهُونَ﴾

(التوبۃ: ۹/ ۵۴)

''ان لوگوں کے صدقات محض اس وجہ سے قبول نہ کئے گئے کہ انہوں نے اللہ اور اس کے رسول کے ساتھ کفر کیا اور وہ نہیں آتے نماز کے لئے' مگر سستی کے ساتھ اور نہیں خرچ کرتے' مگر دل کی کراہت کے ساتھ۔''

چنانچہ اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ جب آپ روزہ رکھتے ہیں اور نماز نہیں پڑھتے تو آپ کا روزہ درست نہیں ہے اور یہ آپ کو اللہ کے ہاں فائدہ دے گا نہ اللہ سے قریب کرے گا۔ جہاں تک آپ کا یہ خیال ہے کہ روزہ ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک کے گناہوں کا کفارہ بن جاتا ہے تو ہم کہتے ہیں کہ آپ اس حدیث کو نہیں جانتے جو اس سلسلہ میں وارد

ہوئی ہے۔ رسول کریم ﷺ کا ارشاد ہے کہ:

((اَلصَّلَوَاتُ الْخَمْسُ، وَالْجُمُعَةُ اِلَى الْجُمُعَةِ، وَرَمَضَانُ اِلٰى رَمَضَانَ مُغْفِرَاتٌ مَا بَيْنَهُنَّ مَا اجْتُنِبَتِ الْكَبَائِرُ))[1]

''پانچ نمازیں' ایک جمعہ کے بعد دوسرا جمعہ ادا کرنا اور ایک رمضان کے بعد دوسرے رمضان کے روزے رکھنا' ان کی درمیانی مدت میں کیے ہوئے گناہوں کو مٹا دیتے ہیں جب کہ کبیرہ گناہوں سے پرہیز کیا جائے۔''

رسول اللہ ﷺ نے ایک رمضان سے دوسرے رمضان تک کے گناہوں کے مٹنے کو اس چیز سے مشروط کیا ہے کہ اس دوران آدمی کبیرہ گناہوں سے باز رہے' مگر جب آپ روزہ رکھتے ہیں اور نماز نہیں پڑھتے تو آپ کبیرہ گناہوں سے نہیں بچ رہے۔ آپ غور کریں کہ نماز چھوڑنے سے بڑھ کر کون سا کبیرہ گناہ ہے بلکہ نماز چھوڑنا تو عین کفر ہے' تو یہ کیسے ممکن ہے کہ روزہ آپ کے گناہوں کا کفارہ بن سکے۔ چنانچہ ہم کہتے ہیں کہ نماز چھوڑنا کفر ہے اور آپ کا روزہ قبول نہیں ہے۔

اے میرے بھائی!...... تم پر لازم ہے کہ تم اللہ کی طرف رجوع کرو' سچی توبہ کرو اور وہ نماز جو اللہ نے تم پر فرض کی ہے اس کی ادائیگی کا اہتمام کرو پھر اس کے بعد روزہ رکھو' اسی لئے جب نبی اکرم ﷺ سیدنا معاذ بن جبل رضی اللہ عنہ کو یمن کا گورنر بنا کر بھیجنے لگے تو ان سے فرمایا کہ:

((لِيَكُنْ أَوَّلُ مَا تَدْعُوهُمْ إِلَيْهِ: شَهَادَةَ أَنْ لَّا اِلٰهَ اِلَّا اللّٰهُ وَأَنَّ مُحَمَّدًا رَّسُولُ اللّٰهِ فَإِنْ هُمْ أَجَابُوكَ لِذٰلِكَ فَأَعْلِمْهُمْ أَنَّ اللّٰهَ افْتَرَضَ عَلَيْهِمْ خَمْسَ صَلَوَاتٍ بِكُلِّ يَوْمٍ وَّلَيْلَةٍ))[2]

---

[1] صحیح مسلم' الطهارة' باب الصلوات الخمس والجمعة الى الجمعة ورمضان الى رمضان......' (ح: ۲۳۳' واللفظ لاحمد ۲/ ۴۰۰)

[2] صحیح البخاری' المغازی' باب بعث ابی موسی ومعاذ الی الیمن قبل حجة الوداع' ح: ۴۳۴۷۔ صحیح مسلم کتاب الایمان باب الدعاء الی الشهادتین (ح:۱۹)

''سب سے پہلے لوگوں کو توحید الٰہی اور میری رسالت کے اقرار کی دعوت دینا اگر وہ اس کو قبول کرلیں تو ان کو بتانا کہ اللہ نے ان پر ہر دن اور رات میں پانچ نمازیں فرض کی ہیں۔''

اس طرح آپ نے کلمۂ شہادت کے بعد نماز کو رکھا پھر اس کے بعد زکوٰۃ کا ذکر فرمایا۔

میں مرگی کے مرض کی وجہ سے روزہ نہیں رکھ سکتا

سوال: مجھے مرگی کا مرض لاحق ہے۔ جس وجہ سے میں رمضان شریف کے روزے نہیں رکھ سکتا۔ مجھے دن میں تین مرتبہ دوائی استعمال کرنا ہوتی ہے۔ میں نے دو دن روزہ رکھا مگر اس کو پورا نہیں کرسکا۔ میں ریٹائرڈ ہوں اور مجھے بطور پنشن محض ۸۳ دینار ماہوار ملتے ہیں۔ میری بیوی بھی ہے اور پنشن کے علاوہ میرا کوئی ذریعہ معاش بھی نہیں ہے۔ ان حالات میں شرع کا میرے بارے میں کیا حکم ہے کہ اگر میں رمضان میں تیس مسکینوں کو کھانا نہ کھلا سکوں تو وہ کتنی رقم ہے جو مجھے ادا کرنی ہے؟

فتویٰ: آپ نے جس مرض کا ذکر کیا ہے اس کے بارے میں امید کی جاسکتی ہے کہ کسی دن ان شاء اللہ آپ ٹھیک ہو جائیں گے۔ آپ انتظار کریں یہاں تک کہ آپ صحت یاب ہو جائیں۔ پھر آپ روزہ رکھیں۔ جیسا کہ اللہ تعالیٰ نے ارشاد فرمایا ہے:

﴿وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ (البقرہ: ۲/ ۱۸۵)

''اور جو کوئی مریض ہو یا سفر کی حالت میں ہو تو اس کو چاہیے کہ دوسرے دنوں میں گنتی پوری کرے (یعنی اس دوران جتنے روزے چھوڑے ہیں ان کو رکھ لے)''

لیکن اگر یہ مرض مستقل ہے جس سے صحت یابی کی امید نہیں ہے۔ تو آپ کے لئے ضروری ہے کہ ایک روزے کے بدلہ میں ایک مسکین کو کھانا کھلائیں اور ایسا کرنا جائز ہے کہ ایک دن دوپہر یا شام کا کھانا بنائیں اور رمضان کے دنوں کے برابر مساکین کو بلائیں اور کھانا کھلا کر اپنی ذمہ داری سے سبکدوش ہو جائیں اور میں نہیں سمجھتا کہ کوئی شخص اتنی بھی طاقت۔ اللہ کے فضل سے۔ نہ رکھتا ہو اور اگر آپ ایک ہی مرتبہ ایک ماہ میں اتنے آدمیوں کو

کھانا کھلانے کی طاقت نہیں رکھتے تو آپ ان میں بعض کو اس ماہ میں کھانا کھلا دیں اور بعض کو دوسرے مہینوں میں حسب استطاعت کھلا دیں۔

والد کی وفات کے بعد بہن بھائیوں کو زکوٰۃ دے سکتا ہوں

سوال: کیا میرے لئے زکوٰۃ اور صدقۂ فطر کا مال اپنے ان بہن بھائیوں کو دینا جائز ہے جو ابھی کماتے نہیں ہیں جن کی تربیت' میرے والد کی وفات کے بعد میری والدہ کرتی ہیں۔ اور کیا اپنے ان بہن بھائیوں کو زکوٰۃ دینا جائز ہے جو چھوٹے تو نہیں مگر میں سمجھتا ہوں کہ وہ اس مال کے محتاج ہیں اور غالباً ان کی ضرورت ان لوگوں سے زیادہ ہے کہ جن کو میں زکوٰۃ دیتا ہوں۔

فتویٰ: اپنے عزیز و اقارب کو زکوٰۃ دینا افضل اور بہتر ہے۔ بجائے ان لوگوں کے جو آپ کے رشتہ دار نہیں ہیں۔ کیونکہ اپنے قریبی پر صدقہ کرنا (دوہرا اجر ہے) صدقہ بھی ہے اور صلہ رحمی بھی۔ لیکن اگر ایسے عزیز ہیں جن پر خرچ کرنا آپ کی ذمہ داری ہے تو ان کو زکوٰۃ نہیں دی جاسکتی اور اگر تو ان کو اس وجہ سے زکوٰۃ دے کہ جو پہلے ان پر خرچ کر رہا ہے اس میں کمی ہو جائے گی تو ایسا کرنا جائز نہیں ہے۔

دل اور شوگر کے مرض میں مبتلا ہے' کیا روزہ رکھے؟

سوال: ایک خاتون جو دل اور شوگر کے مرض میں مبتلا ہے۔ ڈاکٹروں نے اسے روزہ نہ رکھنے کی ہدایت کی ہے اس لئے کہ روزہ رکھنے کے باعث اس کی صحت کو مزید نقصان پہنچ جانے کا اندیشہ ہے۔ یہ خاتون گزشتہ سال روزے رکھتی رہی ہے اور اس سال بھی روزے رکھ رہی ہے' مگر وہ روزہ رکھنے کے بعد دن بھر سوتی ہے۔ صرف نمازوں کے اوقات میں بستر سے اٹھتی ہے اور نماز پڑھ کر پھر سو جاتی ہے اگر وہ ایسا کرے (دن بھر سوتی رہے) تو اس کی بیماری میں اضافے کی کوئی علامت نظر نہیں آتی۔ تو کیا اس حال میں اس کا روزہ رکھنا درست ہے؟ یہ خیال رہے کہ پچھلے

سال اس خاتون نے تمام روزے رکھے تھے اور ماہواری کے پانچ ایام کے دوران اس نے روزہ نہیں رکھا' مگر بعد میں ان کا کفارہ ادا کر دیا تھا۔

فتویٰ: ایسی صورت میں جب کہ کسی مریض کے لئے روزہ رکھنا مشکل ہو یا روزہ اس کی بیماری میں اضافے کا یا شفاء میں تاخیر کا سبب بن سکتا ہو تو مریض کے لئے روزہ چھوڑ دینا جائز ہے بلکہ اس حالت میں اس کے لئے روزہ چھوڑ دینا ہی بہتر ہے۔ اللہ تبارک وتعالیٰ کے اس فرمان کے مطابق کہ:

﴿وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ﴾ (البقرۃ : ۲/ ۱۸۵)

''(اے مسلمانو!) جو کوئی تم میں سے بیمار ہو یا سفر کی حالت میں ہو تو (چھوڑے ہوئے روزوں کی) گنتی دوسرے دنوں میں (روزے رکھ کر) پوری کرے۔ اس لئے کہ اللہ تعالیٰ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور تمہیں تنگی میں مبتلا نہیں کرنا چاہتا۔''

چنانچہ اگر اس بیماری کو جاننے والے دو مسلمان ڈاکٹر (یا حکیم) یہ رائے دے دیں کہ اس مرض کی حالت میں روزہ رکھنا مریض کے لئے نقصان کا باعث ہوگا تو مریض کے لئے روزہ چھوڑ دینا جائز ہے۔ لیکن اگر مریض یا مریضہ آرام کر کے یا سو کر روزہ برداشت کر سکتا ہو جیسا کہ مذکورہ خاتون کرتی ہے تو چونکہ اس طرح روزہ رکھنے سے اس کے مرض کی علامات میں اضافہ نہیں ہوتا اس لئے روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔ ہاں اگر اس خاتون کے روزہ رکھنے کی وجہ سے اس کی بیماری کے جاری رہنے یا اس میں اضافہ کا خدشہ ہو تو اس صورت میں اس کو روزہ چھوڑ دینا چاہیۓ اور اللہ کی عطاء کردہ رخصت سے فائدہ اٹھانا چاہیۓ۔ بعد میں اگر وہ روزوں کی قضاء کی طاقت رکھتی ہو تو ایسے دنوں میں' جب اس کی بیماری میں کمی واقع ہو جائے یا سردی کے موسم کے چھوٹے دن ہوں تو اس کو چھوڑے ہوئے روزے رکھنے چاہئیں اگر وہ خود روزے نہ رکھ سکے تو اس کی طرف سے ہر روزے کے بدلے میں ایک مسکین کو ایک مد (تقریبا ۶۰۰ گرام) گیہوں یا آدھا صاع (تقریبا سوا کلو گرام) کھجوریں کفارے

کے طور پر دی جائیں گی اور یہی کفارہ ان ایام کے روزوں کا بھی دیا جائے گا جو اس نے حیض کے دنوں میں پچھلے سال چھوڑ دیئے تھے۔

نوجوان دوشیزہ پر روزہ کب فرض ہوتا ہے؟

سوال: نوجوان لڑکی پر روزہ کب فرض ہوتا ہے؟

فتویٰ: ایک لڑکی پر روزہ اس وقت فرض ہو جاتا ہے جب وہ سمجھ داری کی عمر کو پہنچ جائے اور پندرہ برس کی عمر مکمل ہونے پر وہ جوان ہو جائے یا شرمگاہ کے گرد سخت بال اگ آئیں یا منی خارج ہونے لگ جائے یا حیض آنا شروع ہو جائے اگر ان نشانیوں میں سے کچھ بھی ظاہر ہو جائے تو اس پر روزہ رکھنا فرض ہو جائے گا اگرچہ وہ دس برس ہی کی لڑکی کیوں نہ ہو' اکثر لڑکیوں کو دس گیارہ برس کی عمر میں حیض آنا شروع ہو جاتا ہے' مگر اس کے گھر والے اس کو کم عمر سمجھ کر اس سے روزہ رکھوانے میں سستی کرتے ہیں اور یہ غلطی ہے' کیونکہ لڑکی کو جب حیض آ جاتا ہے تو وہ عورتوں کے درجہ میں شمار ہوتی ہے اور اس پر احکام شرعی کا اجرا ہو جاتا ہے۔

کم عمر بچوں کے روزے کا ثواب والدین کو ملتا ہے

سوال: کم عمر بچوں کے روزے کی درستی کی کیا شرائط ہیں؟ اور کیا یہ صحیح ہے کہ اس کے روزے کا ثواب ان کے والدین کو ملے گا؟

فتویٰ: والدین کے لئے جائز ہے کہ وہ اپنے بچوں کو چھوٹی عمر میں روزے رکھنے کا عادی بنائیں۔ اگر وہ اس کی طاقت رکھتے ہوں۔ اگرچہ ان کی عمر دس برس سے بھی کم ہو اور جب ان میں سے کوئی جوانی کی عمر کو پہنچ جائے تو اس کو روزہ رکھنے پر مجبور کریں اور اگر کوئی بچہ روزہ رکھے تو اس کے لئے بھی بڑوں کی طرح ان تمام چیزوں سے پرہیز کرنا ضروری ہے جو روزہ کو خراب کرنے والی ہوں جیسا کہ کسی چیز کا کھانا اور اسی طرح دوسری نقصان دہ چیزیں۔ جہاں تک اس روزے کے ثواب کا تعلق ہے تو

ثواب بچے کو بھی ملے گا اور اس کے والدین کو بھی۔

دوسرے ملک میں دیکھا گیا چاند یہاں بھی معتبر ہوگا؟

سوال: اگر کسی ایک ملک میں مسلمان رمضان المبارک کا چاند دیکھ لیں تو کیا اس بناء پر دوسرے ممالک کے مسلمانوں پر روزہ رکھنا واجب ہوگا؟

فتویٰ: مختلف ملکوں میں چاند طلوع ہونے کے اوقات میں جو اختلاف پایا جاتا ہے اس میں ہم شک نہیں کرتے اور اس اختلاف کی بنا پر علماء کی اکثریت کی رائے یہ ہے کہ ہر ملک کے لوگوں کے لئے اسی ملک میں چاند کے نظر آنے کا اعتبار کیا جائے گا جب کہ مختلف ممالک میں نظام الاوقات کا فرق ظاہر ہو۔ اس پر دلیل کے طور پر وہ سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما کے آزاد کردہ غلام کریب کا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ جب وہ شام میں تھے تو رمضان المبارک شروع ہوگیا تو اہل شام نے جمعۃ المبارک کے دن روزہ رکھا، مگر مدینہ منورہ میں ہفتہ کی رات ہی کو چاند دیکھا گیا۔ سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما کو کریب نے خبر دی کہا: امیر معاویہؓ اور شام والوں نے جمعہ کے دن روزہ رکھا تھا تو سیدنا ابن عباس رضی اللہ عنہما نے جواب دیا کہ ہم نے تو ہفتہ کے دن روزہ رکھا ہے اور ہم اس وقت تک روزہ رکھتے رہیں گے جب تک کہ شوال کا چاند نہ دیکھ لیں۔ یا پھر تیس روزے پورے نہ کرلیں۔ جیسا کہ ہمیں رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے حکم دیا ہے۔[1]

شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمۃ اللہ علیہ کی رائے یہ ہے کہ جن ممالک میں چاند دیکھا گیا اور جو ممالک ان سے آگے یعنی مغرب کی جانب ہوں ان سب پر روزہ رکھنا فرض ہوگا اور یہ بات ثابت شدہ ہے کہ جب کسی ایک ملک میں چاند دیکھا گیا ہو تو ضروری ہے کہ اس سے بعد والے ممالک میں بھی چاند نظر آئے گا، اس لئے کہ چاند سورج کے بعد غروب ہوتا ہے اور جیسے جیسے اس میں تاخیر ہوگی چاند سورج سے دور ہوتا چلا جائے گا اور زیادہ واضح اور ظاہر ہوتا

[1] مسلم۔ کتاب الصیام۔ باب بیان ان لکل بلد رؤیتھم (ح ۱۰۸۷)



چلا جائے گا۔ مثال کے طور پر اگر بحرین میں چاند دیکھا گیا تو ان ممالک کے لوگوں پر بھی روزہ رکھنا واجب ہو جائے گا جو اس کے بعد ہیں' جیسا کہ نجد' حجاز' مصر اور مغرب مگر جو ممالک بحرین سے پہلے واقع ہیں' مثلاً: ہندوستان' سندھ اور ماوراء النہر (بالائی روس) کے ممالک ان ملکوں کے لوگوں پر روزہ واجب نہیں ہوگا۔

روزوں کی قضاء دینے سے قبل ہی موت آ گئی' کیا کریں؟

سوال: ایک خاتون نے شرعی عذر کی بنا پر رمضان المبارک کے بعض ایام کے روزے چھوڑے' مگر ان کی قضاء سے پہلے ہی اس کو موت آ گئی تو کیا اس پر کوئی گناہ باقی رہے گا اور اس گناہ کا کفارہ کیا ہوگا؟

فتویٰ: اگر کسی انسان نے بیماری کے باعث روزے ترک کیے اور وہ بیماری رمضان المبارک کے بعد اس کی وفات تک جاری رہی تو اس کے وارثوں پر کوئی قضاء یا کفارہ لازم نہیں ہوگا' اس لئے کہ متوفی کو قضاء کا موقع ہی نہیں ملا لیکن اگر وہ شفاء یاب ہو گیا اور اس کے بعد کچھ دن گزر گئے جن کے دوران اس کے لئے روزہ رکھنا ممکن تھا' مگر اس سے سستی ہوگئی تو قضا جو اس کے ذمہ تھی وہ اس کے وارث ادا کریں گے اور ان روزوں کا کفارہ ہر دن کے بدلے میں ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے۔

روزہ دار بیوی سے جماع کرنے والے پر کیا کفارہ ہوگا؟

سوال: ایک شخص حالت سفر میں تھا اس کو سفر کی وجہ سے روزہ چھوڑنے کی رخصت حاصل تھی اس نے اپنی روزہ دار بیوی سے جماع کر لیا تو کیا اس شخص پر اس فعل کا کوئی کفارہ ہوگا اور عورت کے اس گناہ کا کفارہ کس طرح ادا ہوگا باوجود اس کے کہ اس کو خاوند کی طرف سے اس فعل کے لئے مجبور کیا گیا تھا؟

فتویٰ: میری رائے میں اس شخص پر کوئی کفارہ نہیں' کیونکہ جب وہ حالت سفر میں تھا تو اس کے لئے روزہ چھوڑ دینا جائز تھا' پس جب اس کے لئے دن کے وقت کھانا جائز تھا

تو بیوی کے ساتھ جماع بھی جائز تھا اور اگر عورت روزہ دار تھی تو اس کے لئے بھی حالت سفر میں روزہ کھول لینا جائز تھا۔ خصوصاً اس حال میں جب کہ وہ شوہر کی طرف سے مجبور کر دی گئی تو اس اعتبار سے اس پر بھی کوئی گناہ یا کفارہ نہیں ہے۔

قضاء دینے میں کئی سال گزر گئے' کیا کروں؟

سوال: میں ایک سترہ سالہ لڑکی ہوں۔ میرا سوال یہ ہے کہ میں نے اپنی جوانی کے ابتدائی دو سالوں کے دوران رمضان المبارک کے جو روزے عذر کی بنا پر چھوڑے تھے ان کی قضا ابھی تک نہیں کر سکی' تو اب مجھے کیا کرنا چاہیے؟

فتویٰ: آپ پر چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا لازم ہے اور ضروری ہے کہ آپ جلد از جلد قضا کریں چاہے وقفے وقفے سے کریں اور ہر روزے کے ساتھ کفارہ ادا کرنا بھی ضروری ہے جو کہ ایک مسکین کو کھانا کھلانا ہے اور علماء کی اکثریت کی رائے کے مطابق یہ کفارہ اس لئے ضروری ہے کہ قضا میں ایک سال سے زیادہ کی تاخیر کی گئی ہے۔

ٹیکہ لگوانا اور ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا

سوال: میں نے رمضان المبارک میں روزے کی حالت میں وریدی انجکشن لگوایا تھا تو کیا اس دن کا روزہ صحیح شمار ہوگا یا مجھ پر اس کی قضا واجب ہے؟

فتویٰ: اگر یہ انجکشن جسم کو غذا یا طاقت فراہم کرنے والا ہے تو یہ روزے کو توڑ دیتا ہے چاہے یہ ورید میں لگے یا جسم کے کسی اور حصے میں۔

سوال: کیا میرے لئے جائز ہے کہ روزہ رکھنے کے بعد ٹوتھ پیسٹ برش استعمال کروں اور اگر یہ جائز ہو تو کیا برش کے استعمال کے دوران نکلنے والے خون کے باعث روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

فتویٰ: روزہ رکھنے کے بعد دانتوں پر پانی' مسواک یا برش استعمال کرنے میں کوئی حرج

نہیں گو کہ بعض علماء نے روزہ دار کے لئے زوال کے بعد مسواک کے استعمال کو مکروہ سمجھا ہے کیونکہ یہ روزہ دار کے منہ کی متغیر بو کو زائل کر دیتا ہے (جو اللہ کو بہت پسند ہے) مگر صحیح یہ ہے کہ مسواک کا استعمال دن کے پہلے اور آخری سبھی حصوں میں جائز ہے اور اس کا استعمال روزے دار کے منہ کی متغیر بو کو زائل نہیں کرتا بلکہ وہ تو صرف دانتوں کو اور منہ کو بو' گندگی اور کھانے کے بچے ہوئے اجزا سے صاف کرتا ہے۔ جہاں تک ٹوتھ پیسٹ کے استعمال کا سوال ہے تو اس کا مکروہ ہونا ظاہر ہے کیونکہ اس میں ایک خاص بو اور ذائقہ ہوتا ہے جو بعض اوقات لعاب دھن میں شامل ہو جاتا ہے اور اس کو نگلنے سے بچا نہیں جاسکتا' تو جس شخص کے لئے اس کا استعمال ضروری ہو اس کو چاہئے کہ اس کو سحری کھانے کے بعد طلوع فجر سے پہلے استعمال کرے اور اگر دن کے وقت اس احتیاط کے ساتھ استعمال کر لے کہ لعاب دھن کو نگلنے سے بچ سکے تو ضرورت کے پیش نظر اس میں بھی کوئی حرج نہیں اگر برش کے استعمال کے دوران' مسواک کرتے ہوئے یا وضوء کرتے ہوئے دانتوں سے معمولی مقدار میں خون نکل آئے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

روزے کی حالت میں خون کا عطیہ دینا' روزہ تو نہیں ٹوٹتا؟

سوال: کیا رمضان المبارک کے روزے کی حالت میں خون کا عطیہ دینا درست ہے' یا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

فتویٰ: جب کوئی شخص خون کا عطیہ دے اور اس کے جسم کا کافی سارا خون نکالا جائے تو اس عمل سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور اس کو سینگی لگانے پر قیاس کیا جائے گا' جو کہ خون کی نالیوں سے کافی خون کسی مریض کو بچانے یا ناگہانی صورتوں کے لئے محفوظ کرنے کی خاطر نکالا جائے' تاہم اگر قلیل مقدار میں خون نکالا جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا جیسا کہ لیبارٹریوں میں تجزیہ اور ٹیسٹ وغیرہ کے لئے سرنج کے ذریعے خون کی کچھ مقدار نکالی جاتی ہے۔

ہنڈیا سے پکنے کی حالت جاننے کے لیے چکھنا کیسا ہے؟

سوال: کیا کھانا پکانے والے کے لئے جائز ہے کہ وہ روزے کی حالت میں کھانے کی حالت جانچنے کے لئے اس میں سے چکھ لے؟

فتویٰ: کھانا پکانے والے کے لئے اس میں کوئی حرج نہیں کہ وہ زبان کے ایک کنارے کے ذریعے کھانے میں مٹھاس' نمک یا دوسرے ذائقے معلوم کرنے کے لئے تھوڑا سا چکھ لے' مگر وہ اس میں سے کوئی چیز حلق سے نیچے نہ اترنے دے بلکہ وہ چکھی ہوئی چیز کو باہر نکال دے اور کلی کرے اس طریقے سے اس کے روزے کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا۔

......اب حائضہ عورت کیا کرے؟

سوال: اگر کوئی عورت اذان فجر کے فورا بعد حیض سے پاکیزگی حاصل کرلے تو کیا وہ اسی وقت سے کھانا پینا بند کر کے اس دن کا روزہ رکھ لے یا اس پر اس دن کے روزے کی قضاء واجب ہوگی؟

فتویٰ: اگر اس کا خون طلوع فجر کے وقت یا اس سے ذرا قبل بند ہو گیا تو اس کا روزہ اس دن میں درست ہوگا اور فرض ادا ہو جائے گا اگرچہ وہ صبح ہونے کے بعد غسل کرے۔ تاہم اگر اس کا خون صبح ہونے کے بعد بند ہوا تو اس صورت میں اس کا کھانا پینا بند کرنا روزہ شمار نہ ہوگا بلکہ وہ رمضان المبارک کے ختم ہونے کے بعد اس کو قضا کے طور پر رکھے گی۔

سوال: کیا شوال میں چھ دنوں شوال کے بعد روزے رکھنا ضروری ہے؟ کے روزے رکھنا ایک ضروری امر ہے اور کیا ان روزوں کے بغیر رمضان المبارک کے روزوں کا ثواب مکمل نہیں ہوتا؟

فتویٰ: شوال میں چھ روزے رکھنا سنت مبارکہ ہے اور اس سلسلہ میں کئی احادیث وارد

ہوئی ہیں جیسا کہ نبی ﷺ کا یہ فرمان:

((مَنْ صَامَ رَمَضَانَ ثُمَّ أَتْبَعَهُ سِتًّا مِّنْ شَوَّالٍ كَانَ كَصِيَامِ الدَّهْرِ))[1]

''جس شخص نے رمضان المبارک کے روزے رکھے اور اس کے بعد شوال کے چھ روزے رکھے تو وہ ایسا ہے جیسا کہ اس نے ہمیشہ روزے رکھے۔''

اس لئے علماء کرام کی اکثریت نے اس کو مستحب (باعث فضیلت) کہا ہے اور کسی نے بھی اس عمل کو فرض نہیں کہا بلکہ یہ سنت ہے۔ چنانچہ جو شخص فضیلت کا طالب ہو' یہ روزے رکھے اور جو چاہے وہ چھوڑ بھی سکتا ہے اور یہ بھی جائز ہے کہ ایک سال رکھے اور دوسرے سال چھوڑ دے اور اس کے نہ کرنے سے رمضان المبارک کے روزوں کے اجر پر کوئی اثر نہیں پڑتا اور شوال کے یہ روزے مہینہ کی ابتدا میں' درمیان میں یا آخر میں رکھے جاسکتے ہیں۔

جنبی ہونے کی حالت میں روزہ رکھنا

سوال: کیا کسی شخص کا جنبی ہونے کی حالت میں روزہ رکھنا جائز ہے جبکہ جنابت کی یہ حالت پیدا ہونے میں اس کا ارادہ شامل نہ ہو؟

فتویٰ: حدیث پاک میں ہے کہ نبی ﷺ مجامعت کے بعد حالت جنابت میں فجر کو اٹھتے پھر غسل کرتے اور روزہ رکھتے۔[2] چونکہ جنابت سے غسل کرنا نماز کی درستگی کے لئے ضروری ہے' اس لئے واجب غسل کو نماز فجر کے وقت سے مؤخر کرنا جائز نہیں' لیکن اگر کسی شخص پر نیند غالب آگئی اور وہ حالت جنابت میں تھا اور چاشت کے وقت کے قریب ہی بیدار ہو سکا تو وہ جس وقت بیدار ہو اسی وقت غسل کر کے نماز فجر ادا کرلے اور اپنے روزے کو جاری رکھے۔ اسی طرح اگر کوئی روزہ دار دن کے وقت

---

[1] صحیح مسلم' الصیام' باب استحباب صوم ستة ایام من شوال' ح: ۱۱۶۴

[2] صحیح بخاری۔ کتاب الصوم۔ باب اغتسال الصائم (ح:۱۹۳۰)

صحیح مسلم۔ کتاب الصیام۔ باب صحة صوم من طلع علیه الفجر وھو جنب (ح: ۱۱۰۹)

سو گیا اور اس کو احتلام ہو گیا تو وہ اٹھ کر غسل کرے اور نماز ظہر یا عصر جس کا وقت ہو ادا کرے اور اپنے روزے کو پورا کرے۔

روزوں کی قضاء کو سردیوں تک مؤخر کر سکتے ہیں؟

سوال: کیا رمضان المبارک میں رہ جانے والے روزوں کی قضا کو سردی کے موسم تک مؤخر کیا جا سکتا ہے؟

فتویٰ: رمضان المبارک میں چھوڑے ہوئے روزوں کی قضا طاقت حاصل ہو جانے اور عذر شرعی کے دور ہو جانے کے فوراً بعد ضروری ہے اور ان میں تاخیر صرف اسی صورت میں جائز ہے جب بیماری' سفر یا موت کا امکان ہو۔ لیکن اگر کسی نے سردی کے موسم (چھوٹے دنوں کی آمد) تک تاخیر کر لی تو یہ بہر حال ادا ہو جائیں گے اور جو فرض اس کے ذمے تھا وہ ساقط ہو جائے گا۔

گزرے ہوئے سالوں کے روزوں کی قضاء کیسے دوں؟

سوال: میں تیئیس برس کا نوجوان ہوں اور میرے والد نے مجھے پندرہ برس کی عمر ہی میں روزے کی ترغیب دی اور میں اس وقت کبھی روزہ رکھ لیتا اور کبھی چھوڑ دیتا کیونکہ میں روزہ کے حقیقی مفہوم سے ناآشنا تھا لیکن بالغ اور زیادہ شعور ہونے کے بعد میں نے ہر سال رمضان المبارک کے روزے رکھنے شروع کر دیئے اور الحمد للہ میں نے کسی رمضان میں' کوئی روزہ نہیں چھوڑا۔ اب میرا سوال یہ ہے کہ کیا گزرے ہوئے سالوں کے روزوں کی قضا میرے اوپر واجب ہے اور کتنی مدت کے روزے رکھنا میرے لئے ضروری ہے؟ یہ خیال رہے کہ میں نے اٹھارہ برس کی عمر سے باقاعدہ روزے رکھنا شروع کئے تھے۔

فتویٰ: جب انسان پندرہ برس کی عمر کو پہنچتا ہے تب اس پر دینی فرائض کی ادائیگی ضروری ہو جاتی ہے اس لئے کہ اس عمر کو پہنچ جانا بالغ ہو جانے کی علامت ہے۔ پس یہ شخص

جس نے بالغ ہونے کے بعد روزے رکھنے میں سستی کی ہے' اس نے ایک فرض کو ترک کیا ہے۔ چنانچہ اس پر چھوڑے ہوئے ایام کی قضاء واجب ہے جو اس نے ان تمام رمضان کے مہینوں کے دوران چھوڑے جو اس کی توبہ سے پہلے گزرے ہیں اور اس کا عذر اس بناء پر قبول نہیں کیا جائے گا کہ وہ اس شرعی حکم سے ناواقف تھا لہٰذا اس پر تمام چھوڑے ہوئے دنوں کی قضا کے ساتھ ساتھ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا کھلانا بھی ضروری ہے۔ اگر اس کو چھوڑے ہوئے روزوں کی صحیح تعداد معلوم نہ ہو تو وہ احتیاط اور اندازے کے ساتھ روزے رکھ لے۔ یہاں تک کہ اس کو یقین ہو جائے کہ اس کے ذمے جو فرض تھا وہ ادا ہو گیا ہے۔

روزہ رکھنے کے لیے ماہواری روکنے والی گولیاں کھا سکتی ہوں

سوال: کیا میرے لئے جائز ہے کہ میں رمضان المبارک کے آخری حصے میں ماہواری کو روکنے والی گولیاں کھالوں تا کہ میں باقی دنوں کے روزے بھی مکمل کرسکوں؟

فتویٰ: اگر نیت نیک عمل کرنے کی ہو تو حیض کو روکنے والی دوائی کھالینا جائز ہے۔ اگر آپ نے یہ ارادہ کیا کہ آپ وقت مقررہ پر روزے رکھ سکیں اور نماز باجماعت ادا کرسکیں جیسا کہ نماز تراویح وغیرہ اور یہ کہ فضیلت کے ایام میں زیادہ سے زیادہ تلاوت قرآن مجید کرسکیں تو اس ارادے سے یہ گولیاں کھا لینے میں کوئی حرج نہیں اور اگر آپ کا ارادہ صرف یہ ہو کہ میں روزے مکمل کرلوں تا کہ میرے ذمے روزوں کا فرض بہرحال ادا ہو جائے گا۔

روزے کی حالت میں خفیہ عادتِ بد کا مرتکب کفارہ دے گا؟

سوال: میں ایک ۱۹ سالہ نوجوان ہوں اور ایک مشکل میں مبتلا ہوں اور وہ یہ کہ میں مشت زنی کی عادت کا شکار ہوں اور روزانہ تقریباً چار مرتبہ یہ فعل کرتا ہوں یہاں تک کہ رمضان المبارک کے دوران بھی میں اس کے بغیر نہیں رہ سکتا' تو کیا اس وجہ سے

میرے اوپر کوئی کفارہ لازم ہے یا نہیں؟

فتویٰ: ہم آپ کو صبر کرنے کی اور صبر کی مشق کرنے کی تلقین کرتے ہیں کیونکہ یہ فعل، شریعت کے حکم کی رو سے حرام ہے۔ مگر یہ زنا سے کم درجے کا گناہ ہے۔ بعض علماء سلف نے ایسے شخص کے لئے جس سے زنا یا لواطت میں مبتلا ہونے کا اندیشہ ہو اس کی گنجائش رکھی ہے جب کہ اس کی شہوت کسی اور طریقے سے نہ ٹوٹ رہی ہو۔ ورنہ ہم آپ کو روزے رکھنے کی نصیحت کرتے ہیں جن کی طرف نبی ﷺ نے ایسے نوجوانوں کی رہنمائی فرمائی ہے جو نکاح کی ذمہ داری اٹھانے کی فی الحال طاقت نہیں رکھتے۔ پھر ہم آپ کو نصیحت کرتے ہیں کہ آپ شادی کرنے کی کوشش کریں کیونکہ وہ نگاہ کو پست رکھنے اور شرمگاہ کی حفاظت کرنے میں مددگار ہے تو آپ جتنی طاقت رکھتے ہیں وہ ساری شادی کروانے کے لئے صرف کریں۔ عنقریب اللہ تعالیٰ آپ کو اس عادت بد سے چھٹکارا عطاء فرمائے گا۔ جہاں تک رمضان المبارک کے دوران اس بری عادت کے ارتکاب کا تعلق ہے تو یہ روزہ کو خراب کرنے والی تو ہے، مگر اس کے باعث کفارہ لازم نہیں آتا۔ پس تمہیں چاہیے کہ ان ایام کے روزوں کی قضا کرلیں جن کو آپ نے اس بری عادت سے، پچھلے سال اور اس سال خراب کیا ہے اور پچھلے سال کے روزوں کی قضا کے ساتھ ہر دن کے بدلے ایک مسکین کو کھانا بھی کھلائیں اور اللہ سے سچی توبہ کریں کیونکہ توبہ پہلے تمام گناہوں کو مٹا دیتی ہے۔

پسینہ کی بُو دور کرنے والی اشیاء استعمال کر سکتے ہیں؟

سوال: رمضان المبارک میں عطر اور پسینہ کی بو دور کرنے والی اشیاء کے استعمال کے بارے میں کیا حکم ہے؟

فتویٰ: روزے کی حالت میں کپڑے اور بدن پر خوشبو لگانے میں کوئی حرج نہیں۔ اسی طرح روزے کی حالت میں پاؤڈر وغیرہ کا استعمال اور غسل کرنا جائز ہے جب کہ پیٹ میں کوئی چیز داخل نہ ہونے پائے۔

سوال: روزے کی حالت میں برش کے ساتھ ٹوتھ پیسٹ کے استعمال کے بارے میں شریعت کا کیا حکم ہے؟

❀ کیا جلد کو نرم رکھنے والے لوشنوں کا استعمال روزے کے لئے نقصان دہ ہے جب کہ یہ لوشن ایسی قسم کے ہوں جو جلد تک پانی کا اثر نہ پہنچنے دیں؟

فتویٰ: روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ برش کے ذریعے استعمال میں کوئی حرج نہیں، مگر اس پیسٹ کو پیٹ میں داخل ہونے سے روکنا ضروری ہے اس عمل کو مسواک کے استعمال پر قیاس کیا جائے گا کیونکہ وہ دانتوں اور منہ کی ناگوار بو سے صفائی کے لئے مستحب ہے۔

❀ روزے کی حالت میں ایسے لوشن اور تیل کے استعمال میں کوئی حرج نہیں، کیوں کہ وہ صرف جلد کے بیرونی حصے پر ہی اثر انداز ہوتے ہیں اور جسم کے اندر نفوذ نہیں کرتے تاہم اگر وہ کسی قدر مسامات کے اندر داخل بھی ہو جائیں تو روزہ کو توڑنے والے شمار نہ کیے جائیں گے۔

ریڈیو سے اعلان سن کر روزہ افطار کر دیا

سوال: رمضان میں ایک دن اناؤنسر نے ریڈیو سے یہ اعلان کیا کہ اب سے دو منٹ بعد اذان مغرب ہوگی لیکن محلّہ کی مسجد کے مؤذن نے اسی لمحہ میں اذان دینا شروع کر دی تو ان دونوں میں سے کس کی اتباع کرنا زیادہ بہتر ہے؟

فتویٰ: اگر مؤذن غروب آفتاب کا مشاہدہ کرنے کے بعد اذان کہتا ہو اور وہ قابل اعتماد ہو تو ہم مؤذن کی پیروی کریں گے کیونکہ وہ واقع محسوس یعنی غروب آفتاب کا مشاہدہ کر کے اذان کہتا ہے اور اگر وہ سورج دیکھنے کے بجائے محض گھڑی دیکھ کر اذان کہتا ہو تو پھر ظن غالب یہ ہے کہ ریڈیو کا اعلان زیادہ صحیح ہے کیونکہ گھڑیوں کے اوقات مختلف ہوتے ہیں، لہٰذا ریڈیو کے اعلان کی پیروی زیادہ بہتر ہے۔

جن ممالک میں سورج بہت تاخیر سے غروب ہوتا ہے

سوال: ہمارے ملک میں سورج شام کو ساڑھے نو یا ساڑھے دس بجے غروب ہوتا ہے' تو ہم کس وقت افطار کریں؟

فتویٰ: آپ اسی وقت افطار کریں گے جب سورج غروب ہوگا۔ جب تک آپ کے ہاں دن رات کا دورانیہ چوبیس گھنٹوں پر مشتمل ہوگا روزہ فرض ہوگا خواہ دن کتنا ہی لمبا ہو۔

دن کے وقت ٹوتھ پیسٹ کا استعمال

سوال: کیا روزے دار کے لیے رمضان میں دن کے وقت روزے کی حالت میں ٹوتھ پیسٹ استعمال کرنا جائز ہے؟

فتویٰ: اس میں کوئی حرج نہیں بشرطیکہ یہ احتیاط کی جائے کہ اسے نگلنے نہ پائے۔ جس طرح روزہ دار کے لیے دن کے ابتدائی اور آخری حصہ میں مسواک کرنا جائز ہے اسی طرح ٹوتھ پیسٹ یا منجن وغیرہ استعمال کرنا بھی جائز ہے۔ بعض اہل علم نے زوال کے بعد مسواک کرنے کو مکروہ قرار دیا ہے مگر یہ ایک مرجوح قول ہے اور صحیح بات یہی ہے کہ کسی وقت بھی مسواک کرنا مکروہ نہیں ہے کیونکہ نبی ﷺ کے اس ارشاد کے عموم کا یہ تقاضا ہے:

((اَلسِّوَاكُ مَطْهَرَةٌ لِّلْفَمِ وَمَرْضَاةٌ لِلرَّبِّ))[1]

''مسواک کرنا منہ کی صفائی و پاکیزگی اور رب کے راضی ہونے کا سبب ہے۔''

اسی طرح رسول اللہ ﷺ نے یہ بھی فرمایا ہے:

((لَوْلَا أَنْ أَشُقَّ عَلَى أُمَّتِي لَأَمَرْتُهُمْ بِالسِّوَاكِ مَعَ كُلِّ صَلَاةٍ))[2]

---

[1] سنن النسائی' الطھارۃ' باب الترغیب فی السواك' ح: ٥

[2] صحیح ابخاری' الجمعة' باب السواك یوم الجمعة' ح: ٨٨٧ وصحیح مسلم' الطھارۃ' باب السواك' ح: ٢٥٢

"اگر امت کے مشقت میں پڑ جانے کا اندیشہ نہ ہوتا تو میں ہر نماز کے ساتھ مسواک کرنے کا حکم دیتا۔"

ہر نماز میں تو ظہر اور عصر بھی شامل ہیں اور یہ زوال کے بعد ہیں۔ (لہٰذا معلوم ہوا کہ زوال کے بعد مسواک کرنا بھی مکروہ نہیں)

ایسے تیل کا استعمال جو پانی جلد تک پہنچنے سے نہ روکے

سوال: کیا کسی ایسے تیل وغیرہ کا استعمال روزے دار کے لیے نقصان دہ تو نہیں ہے جو جلد کو چکنا تو کرے لیکن جلد تک پانی پہنچنے میں رکاوٹ نہ بنے؟

فتویٰ: روزے کی حالت میں بوقت ضرورت جسم پر تیل لگانے کا کوئی حرج نہیں کیونکہ تیل سے جلد کا صرف اوپر کا حصہ تر ہوتا ہے اور تیل جسم کے اندر داخل نہیں ہوتا اور اگر یہ مساموں سے اندر داخل ہو بھی جائے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

کیا بالوں کو مہندی لگانے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال: کیا نماز و روزہ کی حالت میں بالوں کو مہندی لگانا جائز ہے؟ میں نے سنا ہے مہندی کے استعمال سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

فتویٰ: یہ بات صحیح نہیں ہے۔ روزہ کی حالت میں مہندی کے استعمال سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ جس طرح سرمہ کے استعمال سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔ جس طرح سرمہ کے استعمال سے اور کان یا آنکھ میں دوائی کا قطرہ ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اسی طرح سر پر مہندی لگانے سے بھی روزہ نہیں ٹوٹتا اور اس سے روزے کو قطعاً کوئی نقصان نہیں پہنچتا۔

دوران نماز مہندی کے بارے میں جو پوچھا گیا ہے تو معلوم نہیں کہ اس سوال سے کیا مراد ہے؟ کیونکہ جس عورت نے نماز پڑھنا ہوگی اس کے لیے تو یہ ممکن نہیں کہ وہ مہندی لگائے (کیونکہ اس طرح اس کا سر ننگا ہوگا)۔ شاید سوال سے یہ مراد ہو کہ اگر مہندی لگی ہو تو کیا اس سے وضوء ہو جائے گا؟ تو اس کا جواب یہ ہے کہ مہندی کے استعمال سے وضوء کی

صحت پر کوئی اثر نہیں پڑتا کیونکہ مہندی کے استعمال سے جسم پر کوئی ایسی تہہ نہیں بیٹھتی جو جلد تک پانی پہنچنے میں حائل ہو کیونکہ مہندی کے استعمال سے جسم پر صرف رنگ ظاہر ہوتا ہے' جبکہ وضوء پر وہ چیز اثر انداز ہوتی ہے جس کا ایسا وجود ہو جو جلد تک پانی کے پہنچنے میں رکاوٹ بنے' لہٰذا اگر کوئی ایسی چیز استعمال کی ہو تو ضروری ہے کہ اسے وضوء کرنے سے پہلے دور کر دیا جائے تاکہ وضوء صحیح ہو سکے۔

رمضان میں دن کے وقت خوشبو کا استعمال

سوال: روزے دار کے لیے رمضان میں دن کے وقت عطریات کے استعمال کے بارے میں کیا حکم ہے؟

فتویٰ: رمضان میں دن کے وقت عطریات کے استعمال کرنے اور انہیں سونگھنے میں کوئی حرج نہیں' ہاں البتہ بخور (خوشبودار دھونی) کو نہیں سونگھنا چاہیے کیونکہ اسے سونگھنے سے دھواں معدے تک پہنچ جاتا ہے۔

رمضان میں خوشبو اور دھونی کا استعمال

سوال: کیا رمضان میں دن کے وقت خوشبو مثلاً عطر' عوذ' کولون اور صندل وغیرہ کی دھونی کا استعمال جائز ہے؟

فتویٰ: ہاں خوشبو کا استعمال جائز ہے بشرطیکہ (صندل وغیرہ کی) دھونی کو نہ سونگھے۔

آنکھ میں دوائی کا قطرہ ڈالنا

سوال: رمضان میں دن کے وقت اگر آنکھوں میں دوائی کا قطرہ ڈال لیا جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

فتویٰ: صحیح بات یہ ہے کہ دوائی کے اس قطرے سے روزہ نہیں ٹوٹتا' اس مسئلہ میں اگرچہ اہل علم میں اختلاف ہے۔ اور بعض نے کہا ہے کہ اگر اس قطرے کا ذائقہ حلق تک

پہنچ جائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا۔ لیکن صحیح بات یہ ہے کہ اس سے مطلقاً روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ آنکھ کا معدہ کی طرف راستہ نہیں ہے۔ ہاں اگر کوئی شخص حلق میں ذائقہ آجانے کی وجہ سے احتیاطاً اور اختلاف سے بچنے کے لیے قضا دے لے تو پھر بھی کوئی حرج نہیں لیکن صحیح بات یہی ہے کہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا خواہ دوائی کا قطرہ آنکھ میں ڈال لیا جائے یا کان میں۔

رمضان میں دن کے وقت ٹیکہ لگانا

سوال: کیا رمضان میں دن کے وقت ٹیکہ لگانا' روزے پر اثر انداز ہوتا ہے؟

فتویٰ: ٹیکے کی دو قسمیں ہیں (۱) جو غذائی مقصد کے لیے استعمال کیا جاتا ہے اور کھانے پینے سے بے نیاز کر دیتا ہے کیونکہ یہ کھانے پینے کے معنی ہی میں ہوتا ہے' اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے کیونکہ نصوص شریعت جس معنی پر مشتمل ہوں وہ معنی جس صورت میں بھی پایا جائے تو اس پر ان نصوص کے مطابق حکم لگایا جاتا ہے (۲) وہ ٹیکہ جو غذائی مقصد کے لیے استعمال نہیں کیا جاتا اور نہ وہ کھانے پینے سے بے نیاز کرتا ہے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا کیونکہ اس پر نص کا لفظی یا معنوی طور پر اطلاق نہیں ہوتا یعنی نہ یہ کھانا پینا ہے اور نہ کھانے پینے کے معنی میں ہے اور اصول یہ ہے کہ روزہ اس وقت تک صحیح ہے جب تک کوئی ایسی بات سرزد نہ ہو جائے جس سے شرعی دلیل کے تقاضے کے مطابق روزہ ٹوٹ جاتا ہو۔

دمہ کے مریض کا دوا سونگھنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال: دمہ کے مریض ناک کے ذریعے دوائی سونگھ کر استعمال کرتے ہیں کیا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے یا نہیں؟

فتویٰ: دمہ کی دوا جسے مریض ناک کے ذریعہ سونگھ کر استعمال کرتا ہے' وہ دوا ہوا کی نالی کے ذریعہ پھیپھڑوں تک پہنچ جاتی ہے' معدہ تک نہیں پہنچتی۔ دوا کا اس طرح استعمال نہ

کھانا پینا ہے اور نہ یہ کھانے پینے کے مشابہ ہے بلکہ یہ تو دوا کے اس قطرہ کے مشابہ ہے جسے آلہ تناسل میں ڈالا جاتا ہو' نیز یہ مختلف زخموں پر رکھی جانے والی دوا' سرمہ اور اس ٹیکہ وغیرہ کے مشابہہ ہے' جس سے دوا دماغ یا بدن میں منہ اور ناک کے راستہ کے علاوہ کسی اور طریقہ سے پہنچتی ہے۔ ان اشیاء کے بارے میں علماء میں اختلاف ہے کہ ان کے استعمال سے روزہ ٹوٹتا ہے یا نہیں؟ بعض نے کہا ہے کہ ان میں سے کسی بھی چیز کے استعمال سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور بعض نے کہا ہے کہ ان میں سے بعض سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے اور بعض سے نہیں ٹوٹتا جب کہ اس بات پر تمام علماء کا اتفاق ہے کہ ان میں کسی بھی چیز کا نام کھانا پینا نہیں ہے لیکن جو لوگ اس بات کے قائل ہیں کہ ان اشیاء سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے وہ ان کو کھانے پینے کے حکم میں سمجھتے ہیں کیونکہ ان میں سے ہر ایک چیز اپنے اختیار سے پیٹ میں جاتی ہے اور رسول اللہ ﷺ کا ارشاد گرامی ہے:

((بَالِغْ فِي الِاسْتِنْشَاقِ إِلَّا أَنْ تَكُونَ صَائِمًا))[1]

''خوب مبالغہ کے ساتھ ناک صاف کرو الا یہ کہ تم روزے دار ہو۔''

تو اس حدیث میں روزہ دار کو مبالغہ کے ساتھ ناک صاف کرنے سے اسی لیے تو منع کیا گیا ہے کہ پانی اس کے حلق یا معدہ تک نہ چلا جائے کیونکہ اس سے اس کا روزہ فاسد ہو جائے گا۔ اس سے معلوم ہوا کہ ہر وہ چیز جو اپنے اختیار سے پیٹ میں جائے' اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

جن علماء کی یہ رائے ہے کہ ان اشیاء کے استعمال سے روزہ فاسد نہیں ہوتا ان میں شیخ الاسلام ابن تیمیہ رحمہ اللہ اور ان کے ہم نوا شامل ہیں۔ یہ فرماتے ہیں کہ ان اشیاء کا کھانے پینے پر قیاس کرنا صحیح نہیں ہے اور کوئی ایسی دلیل بھی نہیں ہے جس سے معلوم ہو کہ ہر اس چیز سے بھی روزہ ٹوٹ جاتا ہے جو دماغ یا بدن تک پہنچے یا کسی بھی جسمانی راستے (مساموں)

---

[1] سنن ابی داود' الصیام' باب الصائم یصب علیه الماء......الخ' ح: ۲۳۶۶ وجامع الترمذی' ح: ۷۸۸ وسنن ابن ماجه' ح: ۴۰۷ وسنن النسائی' ح: ۸۷

سے اندر داخل ہو کر پیٹ تک پہنچ جائے' شریعت نے ان اوصاف میں سے کسی وصف کے بارے میں بھی یہ حکم بیان نہیں کیا کہ اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے' اسی طرح اسے مبالغہ کے ساتھ ناک صاف کرتے ہوئے پانی کے حلق یا معدہ تک پہنچ جانے کے ہم معنی قرار دینا بھی صحیح نہیں ہے کیونکہ ان دونوں صورتوں میں فرق ہے' پانی تو غذا ہے لہٰذا جب وہ حلق یا معدہ تک پہنچے تو اس سے روزہ فاسد ہو جائے گا خواہ وہ منہ کے راستہ داخل ہو یا ناک کے کیونکہ ان میں سے ہر ایک راستہ ہے یہی وجہ ہے کہ مبالغہ کے بغیر محض کلی کرنے یا ناک میں پانی ڈالنے سے روزہ نہیں ٹوٹتا اور نہ منہ اور ناک میں پانی ڈالنے سے منع کیا گیا ہے۔ منہ کا راستہ ناک تو ایک عام وصف ہے جس کی کوئی تاثیر نہیں' لہٰذا جب پانی وغیرہ ناک سے پہنچ جائے تو اس کا حکم یہی ہے جس طرح منہ سے پہنچنے کا حکم ہے پھر ناک اور منہ برابر ہیں اور بظاہر یوں معلوم ہوتا ہے کہ ناک کے ذریعہ اس دوا کے استعمال سے روزہ نہیں ٹوٹتا جیسا کہ قبل ازیں بیان کیا جا چکا ہے' کیونکہ یہ کسی طرح بھی کھانے پینے کے حکم میں نہیں ہے۔

وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَعَلٰى آلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَسَلَّمَ۔

روزے دار کا سینگی لگوانا اور اس سے خون نکلنا

سوال: حدیث میں ہے "أَفْطَرَ الْحَاجِمُ وَالْمَحْجُوْمُ" (سینگی لگانے والے اور لگوانے والے کا روزہ ٹوٹ گیا) کیا یہ حدیث صحیح ہے؟ اگر صحیح ہے تو اس کا مفہوم کیا ہے؟

فتویٰ: یہ حدیث صحیح ہے۔ اسے امام احمد اور کئی دیگر محدثین نے صحیح قرار دیا ہے۔ اس کا معنی یہ ہے کہ روزہ دار جب کسی دوسرے کو سینگی لگائے تو اس کا روزہ ٹوٹ گیا اور اگر اسے کوئی سینگی لگائے تو اس کا روزہ بھی ٹوٹ گیا کیونکہ سینگی میں دو ہی آدمی ہوتے ہیں ایک سینگی لگانے والا اور دوسرا لگوانے والا۔ محجوم اس کو کہتے ہیں جس کا خون نکالا گیا ہو اور حاجم اسے کہتے ہیں جس نے خون نکالا ہو۔ اگر روزہ فرض ہو تو پھر سینگی لگوانا جائز نہیں الا یہ کہ اس کی شدید ضرورت ہو مثلاً: فشار خون (خون کا دباؤ) بڑھ جانے کی وجہ سے بہت تکلیف ہو تو پھر سینگی لگوانے میں کوئی حرج نہیں کیونکہ یہ ایک

اضطراری صورت ہوگی' اس دن کی اسے قضا دینا ہوگی' سینگی لگوانے سے روزہ ٹوٹ گیا' لہٰذا وہ دن کے باقی حصہ میں کھاپی سکتا ہے کیونکہ جو شخص کسی شرعی عذر کی وجہ سے روزہ توڑے اس کے لیے دن کے باقی حصہ میں کھانا پینا جائز ہے کیونکہ اس دن روزہ توڑ دینے کی شریعت نے اجازت دی ہے اور شرعی دلائل کے تقاضا کے مطابق اب اس کے لیے کھانے پینے سے رک جانا واجب نہیں ہے۔

میں چاہتا ہوں کہ اس مسئلہ کی مناسبت سے یہاں یہ بھی ذکر کردوں کہ بعض لوگ معمولی خراش کی وجہ سے بہت تھوڑا سا خون نکل آنے کی وجہ سے بھی یہ سمجھتے ہیں کہ ان کا روزہ باطل ہوگیا حالانکہ یہ بات صحیح نہیں ہے بلکہ ہم یہ عرض کریں گے کہ اگر انسان کے لیے اپنے فعل کے بغیر خون نکلتا ہے خواہ وہ تھوڑا ہو یا زیادہ اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا مثلاً اگر کسی کی نکسیر پھوٹ گئی اور اس کی وجہ سے بہت سا خون نکل گیا تو اس سے روزے کو کوئی نقصان نہیں پہنچے گا یا مثلاً: کسی زخم کے پھٹ جانے کی وجہ سے اگر بہت سا خون بہہ جائے تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا مثلاً: کسی حادثہ کی وجہ سے بہت سا خون بہہ جائے تو اس سے بھی روزہ نہیں ٹوٹے گا کیونکہ ان سب صورتوں میں غیر اختیاری طور پر خون نکلا ہے لیکن اگر خون اپنے ارادہ واختیار سے نکالا جائے اور اس سے سینگی لگوانے کی وجہ سے بدن میں ضعف اور قوت میں کمی آجائے تو اس سے روزہ ٹوٹ جائے گا کیونکہ معنوی طور پر اس میں اور سینگی لگوانے میں کوئی فرق نہیں ہے اور اگر خون اس قدر معمولی مقدار میں ہو کہ اس سے جسم متاثر نہ ہوتا ہو تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹے گا۔ بہر حال ہر انسان کو چاہیے کہ وہ ان احکام وحدود کو جانتا ہو جنہیں اللہ تعالیٰ نے اپنے رسول ﷺ پر نازل فرمایا ہے تاکہ وہ علی وجہ البصیرت اپنے رب کی عبادت کرسکے۔ واللہ الموفق۔

روزے دار کے جسم سے خون لینا

سوال: جب رمضان میں روزے دار کے دائیں ہاتھ سے کیمیائی تجزیہ (لیبارٹری ٹیسٹ) کے لیے معمولی مقدار میں خون لیا جائے تو اس کا کیا حکم ہے؟

فتویٰ: کیمیائی تجزیہ کے لیے اس طرح معمولی مقدار میں خون لینے سے روزہ فاسد نہیں ہوتا بلکہ ضرورت و حاجت کی وجہ سے یہ عمل قابل معافی ہے اور اس کا تعلق ان امور میں سے نہیں ہے جن کی وجہ سے شریعت مطہرہ کے احکام کی روشنی میں روزہ ٹوٹ جاتا ہے۔

روزے دار کا خون کا عطیہ دینا

سوال: کیا رمضان میں دن کے وقت خون کا عطیہ دینا جائز ہے یا اس سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

فتویٰ: جب کوئی شخص خون کا عطیہ دے اور اس سے بہت زیادہ خون لیا جائے تو سینگی پر قیاس کی وجہ سے روزہ باطل ہو جائے گا۔ یاد رہے خون صرف اسی صورت میں لیا جاسکتا ہے جب کسی مریض کو دے کر اس کی جان بچانا مقصود ہو یا ہنگامی حالات کے لیے اسے محفوظ رکھنا مقصود ہو اور اگر خون کی مقدار کم ہو مثلاً: صرف اس قدر ہو جتنا کہ کیمیائی تجزیہ کے لیے انجکشن اور امتحانی نالی وغیرہ میں لیا جاتا ہے تو اس سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

درد گردہ کا مریض اور روزہ

سوال: میں درد گردہ کا مریض ہوں۔ مجھے ڈاکٹروں نے کہا ہے کہ روزے نہ رکھوں لیکن میں ان کی بات تسلیم نہیں کرتا اور روزے رکھ لیتا ہوں تو اس سے میرے درد میں اور اضافہ ہو جاتا ہے۔ اگر میں روزے چھوڑ دوں تو کیا اس میں کوئی حرج ہے؟ نیز روزے چھوڑ دینے کی صورت میں کفارہ کیا ہے؟

فتویٰ: اگر آپ کے لیے روزہ رکھنا مشکل ہے' اس سے بیماری میں اضافہ ہو جاتا ہے' مسلمان اور تجربہ کار ڈاکٹر کا بھی یہی کہنا ہے کہ روزہ رکھنے سے آپ کی صحت کو نقصان پہنچے' درد میں اضافہ ہونے اور زندگی کو خطرہ لاحق ہونے کا خدشہ ہے' تو آپ کے لیے یہ جائز ہے کہ روزہ چھوڑ دیں اور ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا

کھلا دیں۔ آپ پر قضاء نہیں ہوگی کیونکہ صحت کی خرابی اور اس بیماری کی وجہ سے آپ کے لیے قضاء ممکن ہی نہیں ہے' ہاں البتہ اگر بیماری زائل ہو جائے اور آپ کو تندرستی حاصل ہو جائے تو پھر آپ کے لیے آئندہ رمضان کے روزے رکھنا واجب ہوں گے اور ان گزشتہ برسوں کی قضا لازم نہ ہوگی' جن کے روزے آپ نے نہیں رکھے اور ان کا کفارہ ادا کر دیا ہے۔

کیا مزدور کے لیے روزہ چھوڑنا جائز ہے؟

سوال: میں نے رمضان المبارک کے دوسرے جمعہ کے خطبہ میں خطیب سے سنا کہ اس مزدور کے لیے روزہ چھوڑ دینا جائز ہے جسے کام کی وجہ سے بہت محنت مشقت اٹھانا پڑتی ہو اور اس کام کے علاوہ وہ کوئی اور کام بھی نہ کر سکتا ہو تو وہ رمضان کے ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا دے دے جس کی قیمت انہوں نے پندرہ درہم بیان کی۔ کیا اس فتویٰ کی کتاب وسنت سے کوئی صحیح دلیل ہے؟

فتویٰ: مزدور کے لیے محض کام کاج کی وجہ سے روزہ چھوڑ دینا جائز نہیں ہے۔ ہاں البتہ اگر اس کام کی وجہ سے اسے بہت ہی زیادہ مشقت اٹھانا پڑتی ہو جس کی وجہ سے وہ دن کے وقت روزہ افطار کر دینے کے لیے مجبور ومضطر ہو جائے تو وہ اس مشقت کے ازالہ کے لیے روزہ توڑ دے اور پھر غروب آفتاب تک کچھ نہ کھائے پیئے اور پھر لوگوں کے ساتھ افطار کرے اور اس دن کے روزہ کی بعد میں قضا دے لے اور آپ نے جو فتویٰ ذکر کیا ہے وہ صحیح نہیں ہے۔

کیا مجاہدین روزہ چھوڑ دیں؟

سوال: وہ لوگ جو دشمن سے جنگ کر رہے ہوں کیا ان کے لیے یہ جائز ہے کہ وہ رمضان میں روزے نہ رکھیں اور پھر بعد میں ان کی قضا دے لیں؟

فتویٰ: جب کافروں سے جنگ کرنے والے مسلمان مسافر ہوں کہ ان کے لیے نماز قصر کرنا

جائز ہوتو پھر ان کے لیے یہ بھی جائز ہے کہ وہ رمضان میں روزے نہ رکھیں اور رمضان کے بعد ان کی قضا دے لیں اور اگر وہ مسافر نہ ہوں بایں طور کہ دشمن نے ان کے شہروں پر حملہ کر دیا ہو تو اس صورت میں جہاد کے ساتھ ساتھ جس شخص کو روزہ رکھنے کی بھی استطاعت ہو تو اس کے لیے روزہ رکھنا واجب ہے اور جو شخص روزے اور جہاد...... جب یہ فرض عین ہو...... دونوں سے بیک وقت عہدہ برآ ہونے کی طاقت نہ رکھتا ہو تو اس کے لیے یہ جائز ہے کہ روزے نہ رکھے اور رمضان کے بعد اتنے دنوں کے روزوں کی قضا دے جتنے دن اس نے روزے نہیں رکھے۔

ڈرائیوروں کا روزہ

سوال: کیا گاڑیوں اور ٹرکوں وغیرہ کے ڈرائیور بھی جو ایام رمضان میں شہروں سے باہر مسلسل گاڑیاں چلانے کے کام میں مصروف رہتے ہیں' مسافر کے حکم میں ہیں؟

فتویٰ: ہاں یہ حالت سفر میں ہیں' ان کے لیے اجازت ہے کہ نماز قصر اور جمع کی صورت میں ادا کریں اور روزہ نہ رکھیں۔ اگر کوئی یہ کہے کہ ان کا ہمیشہ یہی کام ہے' لہٰذا وہ روزے کب رکھیں؟ تو ہم اسے کہیں گے کہ یہ لوگ سردیوں کے دنوں میں روزے رکھ لیں جب کہ دن چھوٹے اور ٹھنڈے ہوتے ہیں۔ جو ڈرائیور شہروں کے اندر گاڑیاں چلاتے ہیں وہ مسافروں کے حکم میں نہیں ہیں' لہٰذا ان کے لیے روزے رکھنا واجب ہے۔

بیماری سے شفاء کے بعد روزے کی قضا ضروری ہے؟

سوال: ایک عورت نفسیاتی بیماری' بخاری' ڈیپریشن اور اعصابی کمزوری میں مبتلا تھی جس کی وجہ سے وہ تقریباً چار سال تک روزے نہ رکھ سکی' تو اس حالت میں کیا وہ روزے کی قضا دے یا نہ دے اس کے روزوں کا کیا حکم ہوگا؟

فتویٰ: اگر اس نے عدم قدرت کی وجہ سے روزے ترک کئے ہیں تو جب اسے قدرت

حاصل ہو جائے تو ان تمام روزوں کی قضا واجب ہوگی جو اس نے گزشتہ چار سالوں میں نہیں رکھے' ارشاد باری تعالیٰ ہے:

﴿وَمَن كَانَ مَرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ يُرِيدُ اللَّهُ بِكُمُ الْيُسْرَ وَلَا يُرِيدُ بِكُمُ الْعُسْرَ وَلِتُكْمِلُوا الْعِدَّةَ وَلِتُكَبِّرُوا اللَّهَ عَلَىٰ مَا هَدَاكُمْ وَلَعَلَّكُمْ تَشْكُرُونَ﴾ (البقرۃ: ۲/ ۱۸۵)

''اور جو شخص بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں (روزے رکھ کر) ان کی گنتی پوری کرے۔ اللہ تمہارے حق میں آسانی چاہتا ہے اور سختی نہیں چاہتا اور (یہ آسانی کا حکم) اس لیے (دیا گیا ہے) تاکہ تم روزوں کا شمار پورا کر لو اور اس احسان کے بدلے کہ اللہ نے تم کو ہدایت بخشی ہے' تم اس کو بزرگی سے یاد کرو اور اس کا شکر کرو۔''

ڈاکٹروں کی رپورٹ کے مطابق اگر عورت اپنی بیماری اور عاجزی کی وجہ سے روزہ رکھنے سے قاصر ہو تو وہ ہر دن کے عوض ایک مسکین کو نصف صاع گندم یا کھجور یا چاول وغیرہ جو وہاں کے لوگوں کی خوراک ہو' کھلا دے کیونکہ اس عورت کی مثال اس بے حد بوڑھے مرد اور عورت کی طرح ہے جنہیں روزے کی وجہ سے شدید مشقت ہو اور وہ روزے نہ رکھ سکتے ہوں' لہٰذا اس صورت میں اس کے لیے قضاء نہیں ہوگی۔

عذر کی وجہ سے روزہ چھوڑنے کا کفارہ

سوال: میں نے رمضان ۱۳۹۵ھ میں دو روزے چھوڑے لیکن ان کی قضا نہ دی حتیٰ کہ ۹۶ھ کا رمضان آ گیا اور پھر ۹۶ھ کے رمضان کے بھی تین روزے نہ رکھے اور پھر محرم ۹۷ھ میں مسلسل پانچ دن قضاء دے لی۔ کیا اس صورت میں فدیہ ادا کرنے کی ضرورت تو نہیں؟

فتویٰ: اگر آپ نے مذکورہ روزے کسی عذر کی وجہ سے چھوڑے ہیں تو آپ پر اس قضاء کے علاوہ اور کچھ لازم نہیں ہے جو آپ نے سرانجام دے دی ہے کیونکہ ارشاد باری

تعالیٰ ہے:

﴿فَمَن كَانَ مِنكُم مَّرِيضًا أَوْ عَلَىٰ سَفَرٍ فَعِدَّةٌ مِّنْ أَيَّامٍ أُخَرَ﴾ (البقرۃ: ۲/ ۱۸۴)

''پس جو شخص تم میں سے بیمار ہو یا سفر میں ہو تو دوسرے دنوں میں روزوں کی گنتی کو پورا کرے۔''

اور اگر آپ نے روزے کسی (شرعی) عذر کے بغیر ترک کیے ہیں تو پھر مذکورہ قضا کے ساتھ ساتھ توبہ بھی لازم ہے کیونکہ کسی عذر کے بغیر رمضان کا روزہ چھوڑنا جائز نہیں ہے۔ ۹۶ھ کے رمضان کے آپ نے جو روزے چھوڑے ان کا کوئی کفارہ نہیں۔ ہاں البتہ آپ نے ۹۵ھ کے رمضان کے جو دو روزے چھوڑے ہیں قضاء کے ساتھ ساتھ ان کا کفارہ بھی ہے اور وہ یہ کہ ہر دن کے عوض ایک مسکین کو کھانا کھلا دیا جائے کیونکہ آپ نے کسی عذر کے بغیر ان کو اس قدر مؤخر کیا کہ ۱۳۹۶ھ کا رمضان آ گیا۔ کھانے کی مقدار یہ ہے کہ ہر مسکین کو نصف صاع وہ کھانا کھلا دیں جو آپ کے شہر میں کھایا جاتا ہے' لیکن یاد رہے کہ یہ اس صورت میں ہے جب آپ کے روزے چھوڑنے کا سبب جنسی عمل نہ ہو اور اگر اس کا سبب جنسی عمل ہے تو پھر قضاء کے ساتھ ساتھ اس کا کفارہ بھی لازم ہے۔ کفارہ یہ ہے کہ ہر دن کے عوض ایک ایک مؤمن گردن آزاد کریں' وہ میسر نہ ہو تو دو ماہ کے مسلسل روزے رکھیں اور اگر روزے رکھنے سے بھی آپ عاجز وقاصر ہوں تو ساٹھ مسکینوں کو کھانا کھلائیں۔ واللہ الموفق

روزہ کی بدعتیں

نفلی روزوں کے بارے میں صحیح نقطۂ نظر

سوال: رجب میں کچھ نفلی روزے رکھے جاتے ہیں' کیا وہ مہینے کے شروع میں ہوتے ہیں یا درمیان میں یا آخر میں؟

فتویٰ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهُ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰى رَسُوْلِهٖ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَعْدُ: ماہ رجب کے روزوں کی فضیلت میں خاص طور پر کوئی حدیث نہیں آئی۔ سنن نسائی اور سنن ابی داوٗد میں سیدنا اسامہ رضی اللہ عنہ سے ایک حدیث مروی ہے جسے

امام ابن خزیمہ نے صحیح قرار دیا ہے۔ اسامہ رضی اللہ عنہ نے فرمایا: ''میں نے عرض کی' اے اللہ کے رسول! میں آپ کو کسی مہینے میں اتنے روزے رکھتے نہیں دیکھتا جتنے روزے آپ شعبان میں رکھتے ہیں۔ نبی صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

((ذٰلِكَ شَهْرٌ يَغْفُلُ عَنْهُ النَّاسُ بَيْنَ رَجَبَ وَرَمَضَانَ' وَهُوَ شَهْرٌ تُرْفَعُ فِيهِ الْأَعْمَالُ إِلٰى رَبِّ الْعَالَمِينَ فَأُحِبُّ أَنْ يُرْفَعَ عَمَلِي وَأَنَا صَائِمٌ))

''یہ رجب اور رمضان کے درمیان ایسا مہینہ ہے جس سے لوگ غفلت برتتے ہیں' حالانکہ یہ ایسا مہینہ ہے جس میں اعمال رب العالمین کے حضور پیش کیے جاتے ہیں۔ اس لئے میں پسند کرتا ہوں کہ جب میرے اعمال پیش ہوں تو میں روزے کی حالت میں ہوں۔''[1]

البتہ ہر مہینہ میں تین روزے رکھنے کی عمومی ترغیب آئی ہے۔[2] اور ہر قمری مہینہ کی تیرہ' چودہ' پندرہ تاریخ کا روزہ رکھنے کی ترغیب وارد ہے[3] حرمت والے مہینوں (ذوالحجہ' محرم اور رجب) میں روزہ رکھنے اور سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھنے کی ترغیب آئی ہے۔ ان میں رجب بھی شامل ہو جاتا ہے۔ اگر آپ ہر مہینے روزے رکھنا چاہتے ہیں تو ایام بیض کے تین روزے (۱۳' ۱۴' ۱۵ تاریخ) یا سوموار اور جمعرات کا روزہ رکھا کریں۔ ورنہ اس میں گنجائش ہے۔ (یعنی نفلی روزہ کبھی بھی رکھا جاسکتا ہے) البتہ رجب کو خاص کر کے اس میں روزہ رکھنے کی کوئی شرعی بنیاد نہیں۔

((وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلٰى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ

---

[1] مسند احمد ۵/۲۰۱' سنن مجتبیٰ نسائی ۴/۲۰۱' ابن ابی شیبہ ۳/۱۰۳' ابو یعلیٰ' ابن زنجویہ' ابن ابی عاصم' باوردی' سعید بن منصور۔ دیکھئے کنز العمال ۸/۶۵۵۔

[2،3] حدیث ہے ''مجھے میرے خلیل صلی اللہ علیہ وسلم نے تین کاموں کا حکم فرمایا: ہر مہینے تین روزے رکھنا...... الخ حدیث بخاری رقم: ۱۹۸۱' مسلم حدیث : ۷۲۱' ابو داؤد حدیث : ۱۴۳۲' ترمذی حدیث : ۷۶۰' نسائی ۴/ ۲۲۹' صحیح ابن خزیمہ حدیث : ۲۱۲۳ میں ہے یہ حدیث سیدنا ابو ہریرہ رضی اللہ عنہ سے مروی ہے۔

و سلم اللجنة الدائمة رکن: عبداللہ بن قعود' عبداللہ بن غدیان' نائب فتویٰ (۵۱۶۹)

رمضان کے علاوہ کسی مہینے کے روزے رکھنا جائز نہیں

سوال: میں نے دیکھا ہے کہ لوگ رجب اور شعبان میں مسلسل روزے رکھتے ہیں اور پھر رمضان کے بھی روزے رکھتے ہیں۔ اس مدت میں روزہ ترک نہیں کرتے۔ کیا اس بارے میں کوئی حدیث وارد ہے اگر ہے تو اس حدیث کے الفاظ کیا ہیں؟

فتویٰ: اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ وَحْدَهٗ وَالصَّلٰوةُ وَالسَّلَامُ عَلٰی رَسُوْلِهٖ وَآلِهٖ وَصَحْبِهٖ وَبَعْدُ:

کسی صحیح حدیث میں یہ نہیں آیا کہ نبی ﷺ نے رجب کا پورا مہینہ یا شعبان کا پورا مہینہ روزے رکھے ہوں۔ نہ کسی صحابی سے ایسا عمل ثابت ہے۔ بلکہ نبی ﷺ سے رمضان کے سوا کسی بھی مہینے کے تمام ایام کے روزے رکھنا ثابت نہیں۔ صحیح حدیث میں سیدہ عائشہ رضی اللہ عنہا سے روایت ہے کہ

((كَانَ رَسُوْلُ اللّٰهِ ﷺ يَصُوْمُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يُفْطِرُ وَيُفْطِرُ حَتّٰى نَقُوْلَ لَا يَصُوْمُ فَمَا رَأَيْتُ رَسُوْلَ اللّٰهِ ﷺ اسْتَكْمَلَ صِيَامَ شَهْرٍ اِلَّا رَمَضَانَ وَمَا رَأَيْتُهٗ اَكْثَرَ صِيَامًا مِنْهُ فِيْ شَعْبَانَ))[1]

"رسول اللہ ﷺ (مسلسل) روزے رکھتے تھے حتیٰ کہ ہم کہتے: آپ روزے نہیں چھوڑیں گے اور (مسلسل) افطار کرتے (بغیر روزے کے رہتے) حتیٰ کہ ہم کہتے کہ آپ روزے نہیں رکھیں گے اور میں نے رسول اللہ ﷺ کو رمضان کے سوا کسی مہینہ میں پورا مہینہ روزے رکھتے نہیں دیکھا۔"

یہ حدیث بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے روایت کی ہے۔

---

[1] بخاری کتاب الصوم باب صوم رمضان (۱۹۶۹) مسلم کتاب الصیام۔ باب صیام النبی ﷺ (۱۷۵/ ۱۱۵۶)

سیدنا عبداللہ بن عباس رضی اللہ عنہما بیان کرتے ہیں:

((مَا صَامَ النَّبِيُّ ﷺ شَهْرًا كَامِلًا قَطُّ غَيْرَ رَمَضَانَ وَكَانَ يَصُومُ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ لَا وَاللّٰهِ لَا يُفْطِرُ، وَيُفْطِرُ حَتَّى يَقُولَ الْقَائِلُ لَا وَاللّٰهِ لَا يَصُومُ))[1]

''نبی ﷺ نے رمضان کے سوا کبھی پورا مہینہ روزے نہیں رکھے اور آپ ﷺ (مسلسل) روزے رکھتے تھے حتیٰ کہ یہ کہنے لگتا ''اللہ کی قسم! آپ ﷺ تو (اس مہینہ میں) روزہ چھوڑیں گے ہی نہیں اور روزہ چھوڑے رکھتے حتیٰ کہ کہنے والا یہ کہنے لگتا ''اللہ کی قسم! آپ تو (اس مہینہ میں) روزہ رکھیں گے ہی نہیں۔''

یہ حدیث بخاری اور مسلم رحمہما اللہ نے روایت کی ہے۔ لہٰذا پورا ماہ رجب نفلی روزے رکھنا، یا پورا ماہ شعبان نفلی روزے رکھنا روزہ کے متعلق رسول اللہ ﷺ کی سنت اور اسوہ کے خلاف ہے۔ اس لئے یہ بدعت ہے اور نبی ﷺ نے ارشاد فرمایا ہے:

((مَنْ أَحْدَثَ فِي أَمْرِنَا هٰذَا مَا لَيْسَ مِنْهُ فَهُوَ رَدٌّ))[2]

''جس نے ہمارے اس دین میں وہ کام نکالا جو اس میں سے نہیں ہے تو وہ قابل رد ہے۔''

اس حدیث کو بخاری اور مسلم نے روایت کیا ہے۔

وَبِاللّٰهِ التَّوْفِيقُ وَصَلَّى اللّٰهُ عَلَى نَبِيِّنَا مُحَمَّدٍ وَآلِهِ وَصَحْبِهِ وَسَلَّمَ

اللجنة الدائمة، رکن: عبداللہ بن قعود، عبداللہ بن غدیان، نائب صدر: عبدالرزاق عفیفی، صدر: عبدالعزیز بن باز رحمہ اللہ

---

[1] بخاری۔ کتاب الصوم۔ باب ما یذکر من صوم النبی ﷺ وافطارہ (۱۹۷۱) مسلم۔ کتاب الصیام باب صیام النبی (۱۱۵۷)

[2] بخاری۔ کتاب الصلح۔ باب اذا اصطلحوا علی صلح جور (۲۶۹۷) مسلم کتاب الاقضیۃ باب نقض الاحکام الجاھلیۃ (۱۷۱۸)

سوال: ایک آدمی کے ذمہ مسلسل دو ماہ کے روزوں کا کفارہ لازم ہے اور وہ شوال کے چھ روزے بھی رکھنا چاہتا ہے تو کیا اس کے لیے یہ روزے رکھنا جائز ہے؟

فتویٰ: واجب یہ ہے کہ جلدی سے پہلے کفارہ کے روزے رکھے جائیں۔ کفارہ کے روزوں سے پہلے شوال کے چھ روزے رکھنا جائز نہیں ہے کیونکہ یہ روزے نفل ہیں اور کفارہ کے روزے فرض ہیں اور انہیں فوراً رکھنا فرض ہے۔ لہٰذا ضروری ہے کہ انہیں شوال کے چھ روزوں یا دیگر نفلی روزوں سے پہلے رکھا جائے۔

دوائی کے ساتھ غرارے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

سوال: کیا کسی دوائی کے ساتھ غرارے کرنے سے روزہ ٹوٹ جاتا ہے؟

فتویٰ: اگر اس دوائی کو نگلا نہ جائے تو روزہ نہیں ٹوٹتا مگر ایسا صرف ضرورت کے وقت ہی کرنا چاہیے تاہم اگر دوائی کا کوئی حصہ پیٹ میں داخل نہ ہو تو روزہ نہیں ٹوٹتا۔

کس سفر میں روزہ چھوڑ سکتے ہیں؟

سوال: وہ کون سا سفر ہے جس میں روزہ چھوڑا جا سکتا ہے؟

فتویٰ: ایسا سفر جس کے باعث روزہ چھوڑنا اور نماز قصر کرنا درست ہے وہ کم از کم تقریباً ۸۳ کلو میٹر ہونا چاہیے جب کہ بعض علماء کی رائے میں مسافت کی کوئی حد مقرر نہیں بلکہ ہر وہ سفر جو لوگوں کے ہاں تفریح سمجھا جاتا ہے اس حکم میں داخل ہے۔ رسول اللہ ﷺ جب تین فرسخ (نو میل تقریباً) لمبا سفر اختیار فرماتے تو نماز قصر فرماتے ① مگر کسی حرام کام کے لئے کیے گئے سفر میں نماز قصر کرنا یا روزہ چھوڑ دینا جائز نہیں ہے' کیونکہ ایسا سفر کسی شرعی عمل میں رخصت حاصل کرنے کے لیے مناسب نہیں ہے۔ البتہ بعض علماء عام دلائل کی بنا پر جائز اور ناجائز سفر میں کوئی امتیاز نہیں کرتے۔ (واللہ اعلم) ②

---

① ماخوذ از فتاوی دارالافتاء سعودی عرب' فتاوی ابن بازؒ، فتاویٰ الصیام فتاویٰ اسلامیہ' شائع کردہ کتاب وسنت کی اشاعت کا عالمی ادارہ دارالسلام لاہور پاکستان ② فتاویٰ علماء بلد الحرام طبع سعودیہ

رمضان المبارک میں کی جانے والی بعض غلطیاں

معزز قارئین...... رمضان المبارک اللہ تعالیٰ کی رحمتوں اور مغفرتوں کا مہینہ ہے اور یہ سال میں ایک دفعہ مسلمانوں کو نصیب ہوتا ہے۔ کچھ خوش قسمت ایسے ہیں جو اس کی بابرکت گھڑیوں سے خوب استفادہ کرتے ہیں اور آنسوؤں کی برسات سے گناہوں بھرا دامن پاک کر لیتے ہیں۔ رحمت الٰہی کے بیش بہا خزانوں سے جھولیاں خوب بھرتے ہیں۔ اپنے پروردگار کو راضی کر کے دنیا و آخرت کی کامیابی و کامرانی سے ہمکنار ہوتے ہیں اور بعض وہ ہیں جو غفلت کی لمبی چادر تانے اس مہینہ کو گزار دیتے ہیں اور اس کی برکتوں سے یکسر محروم رہتے ہیں۔ کچھ لوگ ایسے بھی ہیں جو خود ساختہ مسائل پر عمل پیرا ہو کر ثواب دارین کی امید رکھتے ہیں۔ اس کے محرکات کیا ہیں؟ یہ ایک الگ موضوع ہے مگر ہم اپنی ان گزارشات میں فقط ان غلطیوں کی نشاندہی اور ان کے متعلق دین اسلام کا صحیح مؤقف واضح کرنے کی کوشش کریں گے جن کا ارتکاب لوگ رمضان المبارک کے بابرکت مہینہ میں کرتے ہیں۔

(۱) سحری جلدی کھانا:

ہمارے ہاں بعض روزہ دار سحری کا وقت ختم ہونے سے کافی دیر پہلے سحری کھا لیتے ہیں یہ فعل سنت کے خلاف ہے۔ سنت یہ ہے کہ سحری کو تاخیر سے کھائے تاکہ وہ پورے اجر کا مستحق ہو سکے۔ سیدنا انس رضی اللہ عنہ بیان کرتے ہیں کہ:

”ہم نے نبی ﷺ کے ساتھ سحری کھائی پھر آپ ﷺ نماز کے لئے کھڑے ہو

گئے، پوچھا گیا کہ اذان اور سحری کے درمیان کتنا وقفہ تھا، انہوں نے کہا: ''پچاس آیات کے بقدر'' اس حدیث سے پتہ چلا کہ سحری جلدی نہیں کھانی چاہئے۔

(۲) حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ پر کھانا بند کر دینا:

ہمارے ملک کے کئی علاقوں میں یہ ذہن پایا جاتا ہے کہ صبح کی اذان میں جب مؤذن حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃِ کہے اور تو اگر کوئی روزہ دار سحری کھا رہا ہے تو فوراً بند کر دے۔ یہ فعل بھی سنت کے خلاف ہے۔ کھانے پینے سے رکنے کے لئے حیی علی الصلوۃ کے کلمات کسی آیت یا حدیث میں مذکور نہیں ہیں بلکہ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''کھاؤ پیو یہاں تک کہ فجر کے وقت تمہارے لئے سفید دھاری سیاہ دھاری سے الگ ہو جائے'' (البقرہ)

البتہ اس کا مطلب یہ بھی نہیں کہ اذان ختم ہونے تک یا اس کے بعد سحری کھائی جائے بلکہ اصل بات سیاہ دھاری اور سفید دھاری کا الگ ہونا ہے' اگر اذان پورے وقت پر ہوتی ہے تو اذان سے پہلے ہی کھانا پینا بند کر دینا چاہئے۔ اذان سے سحری کے ختم ہونے کا اعلان کیا جاتا ہے نہ کہ کلمہ حَیَّ عَلَی الصَّلٰوۃ پر سحری کا وقت ختم ہوتا ہے۔

(۳) اذانِ فجر کے دوران کھانا پینا:

بعض لوگ جان بوجھ کر سحری لیٹ کرتے رہتے ہیں اور پھر اذان فجر کے دوران جلدی جلدی کھانے پینے کی کوشش کرتے ہیں۔ وہ آدمی جس نے اس فعل کو عادت بنا رکھا ہے بعض دفعہ اس کا روزہ فاسد ہو سکتا ہے خصوصاً اگر اذان تھوڑی سی بھی لیٹ ہو، یا عین وقت ختم ہونے پر شروع ہو۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

''بے شک بلال رات کو اذان دیتا ہے تم کھاؤ اور پیو یہاں تک ابن ام مکتوم اذان دے۔'' (متفق علیہ)

یعنی پہلی اذان کے بعد کھانے اور دوسری اذان پر رک جانے کا حکم ہے۔ یہ تو اس آدمی کے حق میں فیصلہ ہے جو اس کو عادت بنا لے لیکن اس کے ساتھ یہ عرض بھی کرنا چاہوں گا اگر کبھی ایسے ہو کہ انسان کچھ کھا پی رہا ہو اور اذان شروع ہو جائے تو پیارے رسول ﷺ

کے اس فرمان کو مدنظر رکھے:

''اگر تم میں سے کوئی اذان سنے اور برتن اس کے ہاتھ میں ہو تو اس کو نیچے نہ رکھے حتی کہ وہ اپنی حاجت پوری کر لے'' (ابو داؤد، حاکم، بیہقی)

اس لئے مذکورہ دونوں احادیث میں تطبیق یہی ہے کہ انسان اس فعل کو عادت نہ بنائے کبھی کبھار ایسے ہو جائے تو کوئی حرج نہیں۔

(۴) فجر کی اذان جلدی کہنا:

بعض علاقوں میں سحری کا وقت ختم ہونے سے ۵، ۱۰ منٹ احتیاط کو سامنے رکھتے ہوئے اذان فجر کہہ دی جاتی ہے، ایسے لوگ تعریف کے مستحق نہیں کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا:

((اَلْمُؤَذِّنُ مُؤْتَمَنٌ))

''مؤذن امانت دار ہے'' (ابو داؤد، ترمذی)

بعض علاقوں میں پندرہ بیس منٹ پہلے ہی اذان کہہ دی جاتی ہے یہ ذاتی رائے اور عقل کو شریعت پر مقدم کرنے کی قبیح حرکت ہے۔ اگر کسی علاقہ میں اذان پہلے کہنے کا رواج جڑیں پکڑ چکا ہے تو ایسی اذان کے بعد طلوع فجر تک کھانا پینا جائز ہے۔

(۵) بھول کر کھانے پینے والے پر سختی:

ہمارے ہاں بعض لوگ بھول کر کھانے پینے والوں پر بہت سختی کرتے ہیں اور جو آدمی بھول کر کھا پی لیتا ہے اس کے روزہ میں شک کرتے ہیں۔ ہم ایسے بھائیوں کی خدمت میں گزارش کرنا چاہیں گے کہ بھول کر کھا پی لینے سے روزہ پر کوئی اثر نہیں پڑتا یعنی روزہ ٹوٹتا نہیں ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جب تم میں سے کوئی ایک بھول کر کھا پی لے تو وہ اپنا روزہ پورا کرے۔ پس بے شک اللہ تعالیٰ نے اسے کھلایا، پلایا ہے''

(۶) بھول کر کھانے والے کو نہ جتلانا:

ہمارے ہاں یہ بات دیکھنے میں آئی ہے کہ اگر روزہ دار بھول کر کوئی چیز کھا رہا ہو تو

اسے دیکھنے والے تنبیہ کرنے کی بجائے خاموش رہتے ہیں۔ وہ اس بات کے قائل ہیں اس کو اللہ تعالیٰ کھلا رہا ہے لہٰذا ہم اسے بتا کر اللہ تعالیٰ کا عطاء کردہ رزق منقطع نہیں کرنا چاہتے۔ یہ منطق بھی صحیح نہیں۔ حدیث میں جو یہ لفظ وارد ہوئے ہیں ''وہ اپنا روزہ پورا کرے اللہ تعالیٰ نے اسے کھلایا پلایا ہے۔اس کا مطلب یہ ہے کہ اس کا روزہ صحیح ہے، یہ مطلب ہرگز نہیں کہ اسے بتایا نہ جائے کیونکہ روزہ کی حالت میں کھانا پینا منع ہے جب اس کی خلاف ورزی ہو رہی ہو تو تنبیہ کرنا ضروری ہے۔

(۷) اذانِ مغرب کی تاخیر:

بعض مساجد میں احتیاط کے نام پر مغرب کی اذان تاخیر سے ہوتی ہے تاکہ سورج غروب ہونے کی تسلی ہو جائے۔ یہ منطق بھی قرآن و حدیث کی کسوٹی پر ہرگز پوری نہیں اترتی۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا ''اَتِمُّو الصِّيَامَ اِلَى اللَّيْلِ'' پھر رات تک اپنا روزہ پورا کرو۔ سورج غروب ہوتے ہی رات شروع ہو جاتی ہے۔

نبی ﷺ نے سحری تاخیر سے کھانے اور افطاری جلد کرنے کا حکم دیا ہے لہٰذا جونہی سورج غروب ہو روزہ افطار کر لینا چاہئے اور اس عقلی منطق کے ذریعے اسلام پر حملہ کرنے کی بجائے کسی دوسرے کام میں لگانا چاہئے۔

یہ بھی یاد رہے کہ افطاری میں تاخیر یہود ونصاریٰ کی مشابہت ہے اور نبی ﷺ کی مخالفت ہے کیونکہ نبی ﷺ نے فرمایا:

''لوگ اس وقت تک بھلائی پر رہیں گے جب تک افطاری میں جلدی کرتے رہیں گے۔'' (متفق علیہ)

اور فرمایا ''تین چیزیں اخلاق نبوی نبوت میں سے ہیں'' افطاری جلد کرنا اور سحری میں تاخیر کرنا اور نماز میں دائیاں ہاتھ بائیں ہاتھ پر رکھنا'' (طبرانی)

(۸) مسواک نہ کرنا:

بعض لوگ روزہ کی حالت میں مسواک نہیں کرتے اور بعض لوگ زوال کے بعد اور

بعض عصر کے بعد مسواک کو اچھا نہیں سمجھتے۔ یاد رہے کہ روزہ کی حالت میں کسی بھی وقت مسواک ممنوع نہیں ہے اس سلسلہ میں پیش کی جانے والی حدیث سخت ضعیف اور نا قابل عمل ہے۔ نبی ﷺ نے تو مسواک کی فضیلت بیان کرتے ہوئے فرمایا:

''مسواک منہ کے لئے صفائی اور اللہ تعالیٰ کی خوشنودی کے حصول کا ذریعہ ہے۔''

(صحیح الجامع الصغیر)

(۹) حالت جنابت اور روزہ:

بعض لوگ حالت جنابت کو روزہ ختم ہونے کا سبب سمجھتے ہیں اور بعض لوگ سحری کے وقت جنبی حالت میں کھانے کو غلط تصور کرتے ہیں یہ دونوں باتیں ہی غلط ہیں، اگر روزہ کی حالت میں اپنے آپ نیند وغیرہ میں انسان جنبی ہو جائے تو اس کا روزہ بالکل صحیح ہے اور اسی طرح اگر وقت کم ہو تو وہ غسل کرنے سے قبل سحری کھا سکتا ہے اور بعد میں غسل کرے، کہیں ایسا نہ ہو کہ غسل کرتے کرتے سحری کا وقت ختم ہو جائے۔ از خود احتلام روزے کو باطل نہیں کرتا کیونکہ یہ روزہ دار کے اختیار میں نہیں اور اس کو کسی بھی حدیث میں نواقض روزہ میں ذکر نہیں کیا گیا۔

(۱۰) رمضان المبارک کی راتیں اور بیوی سے تعلق:

بعض لوگ رمضان المبارک کی راتوں میں اپنی بیویوں سے ازواجی تعلقات قائم نہیں کرتے اور نہ ہی اسے جائز سمجھتے ہیں حالانکہ یہ ممانعت صرف دن کے وقت ہے جب کہ انسان روزہ سے ہو۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا:

﴿أُحِلَّ لَكُمْ لَيْلَةَ الصِّيَامِ الرَّفَثُ إِلَىٰ نِسَائِكُمْ هُنَّ لِبَاسٌ لَّكُمْ وَأَنتُمْ لِبَاسٌ لَّهُنَّ﴾ (البقرۃ: ۲/ ۱۸۷)

''روزوں کی راتوں میں تمہارے لئے تمہاری بیویوں سے تعلق کو جائز قرار دیا گیا ہے وہ تمہارا لباس ہیں اور تم ان کا لباس ہو'' (البقرہ)

(۱۱) کھانے کا ذائقہ چکھنا:

بعض عورتیں روزہ کی حالت میں کھانے کا نمک وغیرہ چیک کرنے کے لئے کسی بچے کو کہتی ہیں اور خود نہیں چکھتیں جس سے بعض دفعہ عجیب سی صورتحال جنم لیتی ہے۔ علماء سلف اور موجودہ دور کے محققین نے اس بات کی اجازت دی ہے کہ عورت کھانے میں نمک مرچ وغیرہ چیک کرسکتی ہے، اس کو فقط زبان پر لگائے اسکا اثر آگے نہ جانے دے، ہاں اگر کھانے کا اثر حلق تک جانے کا اندیشہ ہو تو پھر رہنے دے۔

(۱۲) حیض ونفاس والی عورتیں:

بعض عورتیں نفاس کے چالیس ایام پورے ہونے سے قبل ہی پاک ہو جاتی ہیں یعنی ان کا خون رک جاتا ہے اور وہ غسل کر لیتی ہیں مگر وہ اس لئے روزہ نہیں رکھتیں کہ ابھی چالیس دن پورے نہیں ہوئے۔ یہ حقیقت میں زبردست غلطی ہے۔ عورت اگر چالیس دن سے پہلے پاک ہو جائے تو اسے فوراً نماز اور روزہ کا اہتمام کرنا چاہیئے۔ اسی طرح وہ عورت جو حیض ونفاس کے عارضہ سے فجر سے پہلے پاک ہو جائے اسے چاہیئے کہ سحری کھالے اور بعد میں غسل کر لے کیونکہ سحری کھانے کے لئے غسل ضروری نہیں۔ اگر وقت کم ہو تو وہ کھانا کھانے کے بعد غسل کرے گی اور فجر کی نماز اور روزہ پورا ایسا نہ کرے۔

(۱۳) عورتوں کا خوشبو لگا کر نماز تراویح میں شریک ہونا:

بعض عورتیں خوشبو لگا کر نماز تراویح کے لئے مسجد میں حاضر ہوتی ہیں یہ فعل حرام اور مقاصد شریعت کے سراسر منافی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا ”جو عورت خوشبو لگا کر مسجد میں نماز کے لئے آئے اس کی نماز اس وقت تک قبول نہیں ہوتی جب تک وہ غسل نہ کرے“ (ابن ماجہ)

اور بعض احادیث میں آپ نے ایسی عورت کو زانیہ قرار دیا ہے۔

(۱۴) نماز تراویح کے رکوع میں شامل ہونا:

ہمارے ہاں بعض لوگوں کی عادت ہے کہ وہ نماز تراویح کے رکوع میں شامل ہوتے

ہیں تا کہ لمبے قیام سے بچا جا سکے اور دلیل یہ دی جاتی ہے کہ حدیث میں آیا ہے کہ ''جس نے رکوع پا لیا اس نے رکعت پا لی'' ہم عرض کرتے ہیں کہ پہلی بات تو یہ ہے کہ یہ حدیث تحقیق کے ترازو میں پوری نہیں اترتی اور دوسری بات کہ رکوع میں شامل ہونے والے تراویح کے مقصد کو نہیں جانتے اور وہ اس بابرکت کام کی روح سے بے خبر ہیں۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جس نے ایمان اور احتساب کے ساتھ رمضان المبارک کا قیام کیا اس کے سارے گناہ معاف کر دیئے جاتے ہیں'' (متفق علیہ)

(۱۵) جماعت میں ملنے کے لئے جلدی جلدی رکعت ادا کرنا:

بعض لوگ اگر نماز تراویح سے لیٹ ہو جائیں اور امام ایک رکعت ادا کر لے تو وہ جماعت میں ملنے کے لئے جلدی جلدی رکعت ادا کرتے ہیں اور پھر امام کے ساتھ شامل ہوتے ہیں یہ زبردست غلطی ہے۔ نبی ﷺ نے فرمایا:

''جو تم پالو وہ پڑھ لو اور جو فوت ہو جائے اس کو پورا کرو'' اس لئے اگر نماز تراویح میں امام ایک رکعت پڑھ چکا ہو تو اس کے ساتھ شامل ہو جانا چاہئے اور بقیہ نماز سلام کے بعد پوری کر لینی چاہئے۔

(۱۶) نماز تراویح کو جلدی جلدی ادا کرنا:

ہمارے ہاں یہ عجیب بیماری عام ہے کہ نماز تراویح اتنی تیز پڑھی جاتی ہے کہ انسان کوئی تسبیح وتحمید بھی اچھی طرح نہیں پڑھ سکتا اور اس سے بڑھ کر افسوس کی بات یہ ہے کہ قرآن مجید کو اس تیز رفتاری سے پڑھا جاتا ہے کہ الحفیظ والامان۔ اللہ تعالیٰ نے قرآن مجید میں فرمایا: ''اور قرآن مجید کو ٹھہر ٹھہر کر پڑھو'' قرآن مجید کو اس انداز سے پڑھنا ثواب کی بجائے باعث گناہ ہے۔ نبی ﷺ نے منافق کی ایک نشانی یہ بھی بتائی ہے کہ وہ نماز اتنی تیز ادا کرتا ہے جیسے کوا ٹھونگیں مار رہا ہوں۔

مسلمان بھائیو!......نماز تراویح کے مقصد کو سمجھنے کی کوشش کرو اور رسمی طور پر قیام رمضان کی بجائے ایمان اور احتساب کے ساتھ قرآن سنو۔ ہمارے دلوں پر قرآن مجید اثر

نہیں کرتا، اس کی ایک وجہ یہ بھی ہے ہم اس کی تلاوت کا حق ادا نہیں کرتے اور تلاوت کی بجائے اس کی توہین کرتے ہیں۔

اور اگر شبینہ کی تلاوت سنی جائے تو حفاظ کرام Night coach کی طرح اتنی سپیڈ سے قرآن مجید پڑھتے ہیں کہ کسی لفظ کی کوئی سمجھ نہیں آتی۔ سوچنے کی بات ہے کہ کس نے پابند کیا ہے کہ تین راتوں میں مکمل قرآن سنا جائے۔ قرآن کا تقدس پامال کرنے کی بجائے بہتر تھا کہ تھوڑا سن لیا جاتا مگر اس کے آداب کا مکمل خیال رکھا جاتا۔ اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

''بے شک وہ مؤمن کامیاب ہو گئے، جو اپنی نمازوں میں اللہ سے ڈرتے ہیں''

نبی ﷺ نے فرمایا:

''سب سے بدترین چور وہ ہے: جو نماز کی چوری کرتا ہے، صحابہ عرض کرنے لگے: نماز میں چوری کیسے؟ آپ ﷺ نے فرمایا کہ وہ رکوع اور سجود پورا نہیں کرتا۔

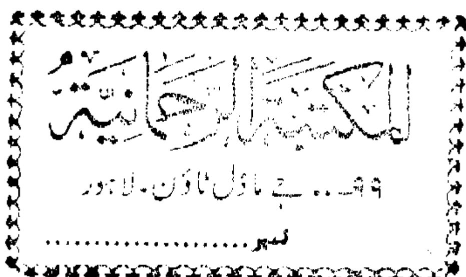
(۱۷) قنوت نازلہ میں اوپر دیکھنا:

بعض لوگ قنوت نازلہ میں دعاء کے لئے جب ہاتھ اٹھاتے ہیں تو اوپر دیکھنا شروع کر دیتے ہیں۔ یہ فعل بھی غلط ہے اور اس کی وعید نبی ﷺ سے وارد ہے۔ آپ نے اس کی سزا یہ بیان کی کہ قریب ہے کہ اللہ تعالیٰ ان کی نظروں کو اچک لے۔

(۱۸) سرمہ نہ لگانا:

بعض لوگ روزہ کی حالت میں سرمہ لگانے کو برا خیال کرتے ہیں اس دعویٰ کی کوئی دلیل ہمارے علم میں نہیں، روزہ کی حالت میں سرمہ لگانے سے روزہ نہیں ٹوٹتا۔

• ہم اپنے مسلمان بھائیوں سے امید کرتے ہیں کہ وہ ان غلطیوں کی اصلاح کریں گے اور ہمارے لئے رمضان المبارک کی بابرکت گھڑیوں میں خلوص دل سے دعاء گو رہیں گے۔





اپنے خاندان کو

بیہودہ ڈائجسٹوں وناولوں سے بچائیں اور

قرآن وحدیث سے مہکتی، دیدہ زیب اور دل نشیں کتابوں کا مطالعہ کروائیں

0300-4466795